مَعَارِفُ الْحَدِیث

یعنی

احادیث نبویؐ کا ایک جدید انتخاب
اردو ترجمہ اور تشریح کے ساتھ

تالیف

محمد منظور نعمانی

کتب خانہ الفرقان کچہری روڈ، لکھنؤ

مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

مَعَارِفُ الْحَدِیْث

یعنی

احادیثِ نبویؐ کا ایک جدید اور جامع انتخاب

اُردو ترجمہ اور تشریحات کے ساتھ

جلد ششم

(حصہ اوّل)

کِتَابُ الْمُعَاشَرَۃِ وَالْمُعَامَلَات

تالیف

مولانا محمد منظور نعمانی

ناشر کتب خانہ الفرقان، لکھنؤ

قیمت مجلد ۱۵/-	مطبوعہ نامی پریس لکھنؤ	بار دوم ایک ہزار
غیر مجلد ۱۲/۵۰		اکتوبر ۱۹۷۶ء

نکتہ سنجاں را اصلاے عام دہ

از نبیتے اُمیتے پیغام دہ

پیشکش

اُن سب اخوانِ دینی کی خدمت میں۔ جو

"نبیِ اُمّی" سیدنا حضرت محمّد عربی (فداہ اُمّی وابی وروحی وقلبی)

پر ایمان رکھتے ہیں

اور آپؐ کی ہدایت اور اُسوۂ حسنہ کی پیروی ہی میں اپنی اور تمام

اولادِ آدمؑ کی نجات کا یقین کرتے ہیں

اور اسلئے آپؐ کی تعلیم اور طرزِ زندگی سے صحیح واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں

آیئے

علم و تصوّر ہی کے راستہ سے مجلسِ نبویؐ میں حاضر ہوکر

آپؐ کے ارشادات سُنیں!

اور

اس چشمۂ انوار سے

اپنے تاریک دِلوں کے لئے روشنی حاصل کریں

حاجز و عاصی

محمّد منظور نعمانی عفا اللہ عنہٗ

L 10582

فہرست مضامین "معارف الحدیث" جلد ششم (حصہ اوّل) - بقید صفحہ

عنوان یا مضمون کا اشاریہ	صفحہ
دیباچہ	۱۱
کتاب المعاشرۃ والمعاملات ———	۱۵
معاشرت و معاملات کی خصوصی اہمیت	۱۸
معاشرت سے متعلق احکام و ہدایات	۱۸
——— ماں باپ کی ابتدائی ذمہ داریاں	۱۹
نومولود بچہ کے کان میں اذان	۱۹
تحنیک اور دعائے برکت	۲۰
عقیقہ	۲۲
تسمیہ (نام رکھنا)	۲۹
حسن ادب اور دینی تربیت	۳۱
خاص کر لڑکیوں کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت	۳۴
داد و دہش میں مساوات و برابری بھی اولاد کا حق ہے	۳۸
نکاح اور شادی کی ذمہ داری	۴۲
——— ماں باپ کے حقوق اولاد پر	۴۳
ماں باپ اولاد کی جنت اور دوزخ ہیں	۴۵
اللہ کی رضا والدین کی رضامندی سے وابستہ ہے	۴۵
ماں کا حق باپ سے بھی زیادہ	۴۶
بوڑھے ماں باپ کی خدمت میں کوتاہی کرنے والے بدبخت اور محروم	۴۸
ماں باپ کی خدمت بعض حالات میں ہجرت اور جہاد سے بھی مقدم	۴۹
جنت ماں کے قدموں میں ہے	۵۱

عنوان یا مضمون کا اشاریہ	صفحہ
ماں کی خدمت بڑے سے بڑے گناہ کی معافی کا ذریعہ	۵۲
خدمت اور حسنِ سلوک کافر اور مشرک ماں کا بھی حق ہے	۵۳
ماں باپ کے مرنے کے بعد ان کے خاص حقوق	۵۵
ماں باپ کی خدمت اور فرمانبرداری کی دنیوی برکات	۵۸
والدین کی نافرمانی اور ایذا رسانی عظیم ترین گناہ	۵۹
ــــــ دوسرے اہلِ قرابت کے حقوق اور صلۂ رحمی کی اہمیت	۶۱
صلۂ رحمی کے بعض دنیوی برکات	۶۴
قطع رحمی جنت کے راستے میں رکاوٹ	۶۵
قطع رحمی کرنے والوں کے ساتھ بھی صلۂ رحمی	۶۶
ــــــ میاں بیوی کے باہمی حقوق اور ذمہ داریاں	۶۸
بیوی پر سب سے بڑا حق اس کے شوہر کا ہے	۶۹
اگر غیر اللہ کے لئے سجدے کی گنجائش ہوتی تو عورتوں کو شوہروں کے لئے سجدے کا حکم ہوتا	۷۰
ہر قسم کا سجدہ صرف اللہ کے لئے	۷۳
شوہر کی اطاعت اور فرمانبرداری	۷۴
بیویوں کے حقوق اور ان کی رعایت و مدارات کی تاکید	۷۶
بیویوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی وصیت	۷۹
بیویوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کمالِ ایمان کی شرط	۸۱
بیویوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا معیاری اور مثالی برتاؤ	۸۲
حضرت عائشہ کی گڑیاں اور تصویر کا مسئلہ	۱۴
حضورؐ کا حضرت عائشہ رضؓ سے دوڑ میں مقابلہ	۸۵
حضورؐ نے حضرت عائشہ رضؓ کو خود کھیل دکھایا	۸۶

عنوان یا مضمون کا اشاریہ	صفحہ
عید میں لہو ولعب کی بھی گنجائش	۸۷
یہ ایک بامقصد اور تربیتی کھیل تھا اسلئے حضورؐ نے بھی اس میں دلچسپی لی	۸۷
پردہ کا سوال	۸۸
ــــــ ہمسایوں کے حقوق	۹۰
پڑوسیوں کے ساتھ اچھا رویہ اللہ ورسولؐ کی محبت کی شرط اور اس کا معیار	۹۱
پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ لازمہ ایمان	۹۲
وہ آدمی مومن اور جنتی نہیں جسکے پڑوسی اس سے مامون اور بےخوف نہ ہوں	۹۳
وہ شخص مومن نہیں جو پیٹ بھر کے سو جائے اور اُس کا پڑوسی بھوکا ہو	۹۵
ہمسائگی کے بعض متعین حقوق	۹۶
پڑوسی کی تین قسمیں، غیر مسلم پڑوسی کا بھی حق ہے	۹۹
تعلیم وتربیت کا اہتمام بھی پڑوسی کا حق ہے	۱۰۱
ــــــ کمزور اور حاجتمند طبقوں کے حقوق	۱۰۴
مسکینوں، یتیموں اور بیواؤں کی کفالت وسرپرستی	۱۰۴
محتاجوں، بیماروں اور مصیبت زدوں کی خدمت، واعانت	۱۰۹
غلاموں اور زیردستوں کے بارے میں ہدایات	۱۱۴
غلاموں کے بنیادی حقوق	۱۱۴
یہ غلام تمہارے بھائی ہیں ان سے برادرانہ سلوک کیا جائے	۱۱۵
غلام یا نوکر جو کھانا بنائے اُس میں سے اسکو ضرور کھلایا جائے	۱۱۶
غلاموں کی غلطیوں اور قصوروں کو معاف کیا جائے	۱۱۷
غلام پر ظلم کرنے والے سے قیامت میں بدلہ لیا جائے گا۔	۱۱۹
غلام پر ظلم کا کفارہ	۱۱۹
غلاموں کے بارے میں حضورؐ کی آخری وصیت	۱۲۱

عنوان یا مضمون کا اشاریہ	صفحہ
آقاؤں کی خیر خواہی اور وفاداری کے بارے میں غلاموں کو ہدایت	۱۲۲
بڑوں اور چھوٹوں کے باہمی برتاؤ کے بارہ میں ہدایات	۱۲۴
ــــ اسلامی برادری کے باہمی تعلق اور برتاؤ کے بارہ میں ہدایات	۱۲۷
اسلامی رشتہ کے چند خاص حقوق	۱۳۳
مسلمان کی عزّت و آبرو کی حفاظت و حمایت	۱۳۴
ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے آئینہ ہے	۱۳۸
عام مسلمانوں اور مخلوقات کے ساتھ برتاؤ کے بارہ میں ہدایات	۱۳۹
ــــ عام مخلوقات کے ساتھ برتاؤ کے بارہ میں ہدایات	۱۴۳
جانوروں کے ساتھ بھی اچھے برتاؤ کی ہدایت	۱۴۳
ــــ آدابِ ملاقات اور آدابِ مجلس	۱۴۸
تحیۂ اسلام، سلام	۱۴۸
سلام کی فضیلت و اہمیت	۱۵۰
سلام کا اجر و ثواب	۱۵۳
عند الملاقات، سلام	۱۵۶
اپنے گھر یا کسی مجلس میں آؤ یا جاؤ تو سلام کرو	۱۵۷
سلام کے متعلق کچھ احکام اور ضابطے	۱۵۸
بعض حالتوں میں سلام نہ کیا جائے	۱۶۰
مصافحہ	۱۶۱
مصافحہ کا اجر و ثواب اور اس کی برکتیں	۱۶۲
معانقہ و تقبیل ــــ اور قیام	۱۶۳
ملاقات یا گھر یا مجلس میں آنے کے لئے اجازت کی ضرورت	۱۶۶
ملاقات کو آنے والے کا حق ہے کہ اس کو پاس بٹھایا جائے	۱۷۳

عنوان یا مضمون کا اشاریہ	صفحہ
مجلس سے کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھنا چاہئے	۱۷۳
مجلس میں دو آدمیوں کے بیچ میں اُن کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھنا چاہئے	۱۷۴
اپنی تعظیم کے لئے بندگانِ خدا کا کھڑا ہونا جسے اچھا لگے وہ جہنمی ہے	۱۷۵
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے تعظیمی قیام کو ناپسند فرماتے تھے	۱۷۶
صاحب مجلس کے اٹھنے پر اہل مجلس کا کھڑا ہو جانا نادرست نہیں	۱۷۷
ــــــ لیٹنے، سونے اور بیٹھنے کے بارے میں حضورؐ کی ہدایات اور آپؐ کا طریقہ	۱۷۸
سپاٹ چھت پر سونے کی ممانعت	۱۷۸
کھڑی ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر سونے کی ممانعت اور اس کی وجہ	۱۷۹
پیٹ کے بل اوندھے لیٹنے کی ممانعت	۱۸۰
خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح لیٹتے تھے	۱۸۱
سونے سے پہلے اور سو کر اُٹھنے پر مسواک کا اہتمام	۱۸۳
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح بیٹھتے تھے اور کس طرح بیٹھنے کی ہدایت فرماتے تھے	۱۸۴
مجلس میں آنے والے کو چاہئے کہ مجلس کے کنارے ہی بیٹھ جائے۔	۱۸۵
حلقہ کے بیچ میں آکر بیٹھ جانا سخت ممنوع ہے۔	۱۸۶
اس طرح نہ بیٹھا جائے کہ جسم کا کچھ حصہ دھوپ میں ہو اور کچھ سائے میں	۱۸۷
ــــــ مجلس میں گفتگو، ہنسی و مزاح، چھینک اور جمہائی وغیرہ کے بارے میں ہدایات	۱۸۹
بے ضرورت بات کو لمبا نہ کیا جائے	۱۹۰
منہ سے نکلنے والی کوئی بات وسیلۂ فوز و فلاح بھی ہو سکتی ہے اور موجب ہلاکت بھی	۱۹۰
کسی کی تعریف کرنے میں بھی احتیاط سے کام لیا جائے۔	۱۹۲
شعر و سخن	۱۹۴

عنوان یا مضمون کا اشاریہ	صفحہ
ظرافت و مزاح	۱۹۸
ضحک و تبسم (ہنسنا اور مسکرانا)	۲۰۱
چھینکنے اور جمائی لینے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات	۲۰۵
ــــــ کھانے پینے کے احکام و آداب	۲۱۱
مشروبات کے احکام	۲۲۹
شراب کی حرمت	۲۳۰
شراب کی حرمت اور شرابی کے بارے میں وعیدیں	۲۳۷
نشہ آور شراب کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے	۲۴۱
شراب بطور دوا کے بھی استعمال نہ کی جائے	۲۴۱
شراب نوشی پر اصرار کرنے والی قوم کے خلاف اعلان جنگ	۲۴۲
شرابیوں کے واسطے سخت ترین وعید	۲۴۳
ہر نشہ آور چیز حرام ہے	۲۴۵
اُمت کی شراب نوشی کے بارہ میں ایک پیشین گوئی	۲۴۷
شراب کے سلسلے میں کچھ سخت ہنگامی احکام	۲۴۷
نبیذ حلال طیب ہے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استعمال فرماتے تھے	۲۵۱
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھنڈا میٹھا مرغوب تھا	۲۵۲
حضورؐ کے لئے میٹھے پانی کا اہتمام	۲۵۲
ــــــ کھانے پینے کے آداب	۲۵۳
کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا	۲۵۴
کھانے کے بعد صرف ہاتھ پونچھ لینا	۲۵۶
کھانے سے پہلے اللہ کو یاد کیا جائے اور اس کا نام لیا جائے	۲۵۸
کھانا داہنے ہاتھ اور اپنے سامنے سے کھایا جائے	۲۶۰
جوتا اُتار کے کھانے میں زیادہ راحت ہے۔	۲۶۲

عنوانات یا مضمون کے اشاریہ	صفحہ
کھانا زیادہ گرم نہ کھایا جائے	۲۶۳
ساتھ کھانے میں برکت ہے	۲۶۴
کھانا برتن کے اطراف اور کناروں سے کھایا جائے بیچ میں ہاتھ نہ ڈالا جائے	۲۶۶
جو کھانا انگلیوں میں لگا رہ جائے تو اس کی بھی قدر کی جائے	۲۶۷
گرا ہوا لقمہ بھی اٹھا کر کھا لیا جائے	۲۶۸
کھانے میں شیطانی قصہ بات: یہ حقیقت ہے یا مجاز؟	۲۶۹
اگر کھانے میں مکھی گر جائے	۲۷۱
کھانے کے معاملہ میں حضور صلعم کی شان بندگی	۲۷۳
سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے کی ممانعت	۲۷۵
آنحضرت صلعم کسی کھانے کو برا نہیں بتاتے تھے	۲۷۵
آپ کو کھانے میں کیا چیزیں مرغوب تھیں	۲۷۶
کھانے کے بعد اللہ کی حمد اور اس کا شکر	۲۷۸
پینے کے آداب	
ایک سانس میں نہ پیا جائے	۲۸۰
پینے کے برتن میں نہ سانس لیا جائے نہ پھونکا جائے	۲۸۱
کھڑے کھڑے پینے کی ممانعت	۲۸۱
لباس کے احکام و آداب	
اس باب کی تعلیمات کی اساس و بنیاد	۲۸۳
لباس نعمت خداوندی اور اس کا مقصد	۲۸۵
بے پردہ اور بے ڈھنگے لباس کی ممانعت	۲۸۶
عورتوں کے لئے زیادہ باریک لباس کی ممانعت	۲۸۷
عورتوں کے لئے باریک کپڑا بھی جائز ہے بشرطیکہ.....	۲۸۸
لباس میں تفاخر اور نمائش کی ممانعت	۲۸۹
متکبرانہ لباس کی ممانعت اور سخت وعید	۲۹۰

عنوان یا مضمون کا اشاریہ	صفحہ
مَردوں کے لئے ریشم اور سونے کی ممانعت اور عورتوں کو اجازت	۲۹۲
مَردوں کو زنانہ اور عورتوں کو مردانہ لباس وہیئت کی ممانعت	۲۹۴
مَردوں کے لئے سفید رنگ کے کپڑے زیادہ پسندیدہ	۲۹۵
اللہ نصیب فرمائے تو پھٹے حال رہنا ٹھیک نہیں	۲۹۶
خوب کھاؤ اور پہنو بشرطیکہ استکبار اور اسراف نہ ہو	۲۹۷
اُول جلول، پراگندہ حال اور میلے کچیلے رہنے کی ممانعت	۲۹۸
داڑھی اور سر کے بالوں کی خبرگیری اور دُرستی کی ہدایت	۲۹۹
سادگی اور خستہ حالی بھی ایک ایمانی رنگ ہے	۳۰۱
لباس میں خاکساری اور تواضع پر انعام واکرام	۳۰۱
ایک اشکال اور اس کا جواب	۳۰۲
رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس	۳۰۳
لباس میں داہنی طرف سے ابتداء حضورؐ کا معمول تھا	۳۰۹
کپڑا پہننے کے وقت کی حضورؐ کی دُعا	۳۱۰
جوتا پہننے کے بارے میں ہدایات	۳۱۱
انگشتری اور مہر کے بارے میں حضورؐ کا طرزِ عمل اور ہدایات	۳۱۲
داڑھی مُونچھ کے بالوں اور ظاہری ہیئت سے تعلق ہدایات	۳۱۵
عورتوں کو مہندی لگانے کا حکم	۳۱۹
ــــــــ ستر اور پردہ کے بارے میں ہدایات	۳۲۱
ضروری ستر	۳۲۳
تنہائی میں بھی ستر کا چھپانا ضروری	۳۲۴
عورتوں کو پردہ ضروری، باہر نکلنا موجب فتنہ	۳۲۶
نظربازی موجب لعنت	۳۲۷
کسی اجنبی عورت پر اچانک نگاہ پڑجانے کا حکم	۳۲۷
غیر عورت پر نظر پڑجانے سے دل میں گناہ کا جذبہ پیدا ہو تو	۳۲۹
نامحرم عورتوں سے تنہائی میں ملنے کی ممانعت	۳۳۰

دیباچہ

از مؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو "ہدایت" اور "دین حق" لے کر آئے اس میں سب سے پہلی چیز ایمان اور توحید کی دعوت تھی۔ پھر جو لوگ آپ کی اس دعوت کو قبول کر لیتے، ان کو آپ عملی زندگی کے بارہ میں ہدایات دیتے تھے۔ آپ کی اس ہدایت اور تعلیم کو بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک وہ جس کا تعلق بندوں پر اللہ تعالیٰ کے حقوق سے ہے، جس میں آپ نے بتلایا کہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کا کیا حق ہے۔ اور اس باب میں اُن کے فرائض کیا ہیں، اور اس حق اور ان فرائض کی ادائیگی کے لئے انھیں کیا کرنا چاہئے۔

دوسرا حصہ آپ کی تعلیم کا وہ ہے جس کا تعلق حقوق العباد سے ہے، جس میں بتلایا گیا ہے کہ بندوں پر دوسرے بندوں کے اور عام مخلوقات کے کیا حقوق ہیں، اور اس دنیا میں جب ایک انسان کا دوسرے انسان یا کسی بھی مخلوق سے واسطہ اور معاملہ پڑتا ہے تو اس کے ساتھ اس کا رویہ کیا ہونا چاہئے اور اس باب میں اللہ کے احکام کیا ہیں۔

حقوق العباد کا مسئلہ اس لحاظ سے زیادہ اہم اور قابل فکر ہے کہ اس میں اگر تقصیر

اور کوتاہی ہو جائے یعنی کسی بندہ کی ہم سے حق تلفی یا اس پر ظلم و زیادتی ہو جائے تو اسکی معافی اور اس سے نجات و خلاصی کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے (جو رحیم و کریم ہے) اپنے ہاتھ میں نہیں رکھا ہے، بلکہ اس کی صورت یہی ہے کہ یا تو اس دنیا میں اس بندہ کا حق ادا کر دیا جائے یا اس سے معافی حاصل کر لی جائے، اگر ان دونوں میں سے کوئی بات بھی یہاں نہ ہو سکی تو آخرت میں لازماً اس کا معاوضہ ادا کرنا ہوگا اور وہ بیحد مہنگا پڑے گا یا اس کے حساب میں آخرت کا سخت عذاب بھگتنا ہوگا، جیسا کہ حدیثوں میں تفصیل سے بیان فرمایا گیا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے:-

من كانت له مظلمة لاخيه	جس کسی نے اپنے کسی بھائی کے ساتھ ظلم زیادتی
من عرضه او شيء فليتحلله	کی ہو اسکی آبروریزی کی ہو یا کسی اور معاملہ
منه اليوم قبل ان لا يكون	میں حق تلفی کی ہو تو اسکو چاہئے کہ آج ہی
دينار ولا درهم ان كان	اور اسی زندگی میں اس سے معاملہ صاف
له عمل صالح اخذ منه بقدر	کر لے، آخرت کے اس دن کے آنے سے پہلے
مظلمته وان لم يكن له	جب اسکے پاس ادا کرنے کیلئے دینار و درہم
حسنات اخذ من سيئات	کچھ بھی نہ ہوگا۔ اگر اسکے پاس اعمال صالحہ
صاحبه فحمل عليه۔	ہونگے تو اسکے ظلم کے بقدر مظلوم کو دلا دیئے
(صحیح بخاری ابواب المظالم والقصاص)	جائینگے اور اگر وہ نیکیوں سے بھی خالی ہاتھ

ہوگا تو مظلوم کے کچھ گناہ اس پر لاد دیئے جائینگے (اور اسطرح انصاف کا تقاضا پورا کیا جائیگا)

اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے، آپؐ نے فرمایا:-

الذنوب ثلثة ديوان لا	اعمال نامے (جن میں بندوں کے گناہ لکھے

یغفر اللہ الاشراک باللہ بقول اللہ عزوجل "ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ" وذنوب لا یترکہ اللہ ظلم العباد فیما بینھم حتی یقتص بعضھم من بعض وذنوب لا یعبأ اللہ بہ ظلم العباد فیما بینھم وبین اللہ فذاک الی اللہ ان شاء عذبہ وان شاء تجاوز عنہ۔

رواہ البیہقی فی شعب الایمان (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۳۵)

گئے ہیں) تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ جن کو ہرگز معافی اور بخشش نہ ہوگی، وہ "شرک" ہے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمادیا ہے کہ اللہ تعالیٰ شرک کا گناہ ہرگز نہیں بخشے گا ــــ اور گناہوں کی ایک وہ فہرست ہے جس کو اللہ تعالیٰ انصاف کے غیر نہ چھوڑے گا، وہ بندوں کے باہمی مظالم، زیادتیاں اور حق تلفیاں ہیں ان کا بدلہ ضرور دلایا جائے گا۔ اور ایک فہرست گناہوں کی وہ ہے جسکی اللہ تعالیٰ کے ہاں اہمیت اور پروا نہیں یہ بندوں کے وہ مظالم اور وہ تقصیرات ہیں جنکا تعلق بس اُن سے اور اُن کے اللہ سے ہے، ان کے بارہ میں فیصلہ بس اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے وہ چاہے تو سزا دے اور چاہے تو بالکل معاف کردے۔

بہرحال حقوق العباد کا معاملہ اس لحاظ سے بہت زیادہ سنگین اور قابلِ فکر ہے کہ اسکا فیصلہ اللہ تعالیٰ نے (جو کریم و رحیم ہے) اپنے ہاتھ میں نہیں رکھا بلکہ وہ بندوں ہی سے متعلق ہے اور اُنکا حال معلوم ہے۔

پھر حقوق العباد سے متعلق آپؐ کی تعلیم و ہدایت کے بھی دو حصے ہیں، ایک وہ جس کا تعلق معاشرتی آداب و احکام سے ہے، مثلاً یہ کہ ماں باپ کا اولاد کے ساتھ، اولاد کا ماں باپ کے ساتھ، بیوی کا شوہر اور شوہر کا بیوی کے ساتھ، قریب و بعید کے رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے ساتھ، بڑوں اور چھوٹوں کے ساتھ، نوکروں، ماتحتوں کے ساتھ، خاصکر کمزور اور ضرورتمند طبقوں کے ساتھ، اسی طرح اللہ کی عام مخلوق کے ساتھ کیا رویہ اور کیسا برتاؤ ہونا چاہیے۔ علیٰ ہذا آپس میں ملنے جلنے، ہنسنے بولنے، کھانے پینے، پہننے، اُٹھنے بیٹھنے، شادی بیاہ اور خوشی یا غم کے موقعوں پر کن احکام اور آداب کی پابندی

کرنی چاہیے ـــــ دین کے اس حصہ کا جامع عنوان معاشرت ہے۔

دوسرا حصہ حقوق العباد سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا وہ ہے جس میں معاشی و مالی معاملات مثلاً خرید و فروخت، تجارت و زراعت، قرض، امانت، ہبہ و وصیت، محنت و مزدوری یا باہمی نزاعات میں عدل و انصاف، محکمہ قضا اور شہادت و وکالت وغیرہ سے متعلق ہدایات دی گئی ہیں، اس کا جامع عنوان معاملات ہے۔

معارف الحدیث کی پہلی جلد (کتاب الایمان) میں ایمان اور ایمان کے لوازم و متعلقات سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ احادیث ایک خاص منہج اور ترتیب سے مرتب کر کے ان کی تشریح کی گئی تھی جن کو حضرات محدثین نے اپنی مؤلفات کے ابواب ایمان میں درج کیا ہے، اور قیامت، آخرت، جنت، دوزخ وغیرہ سے متعلق احادیث کو بھی اس جلد میں شامل کر دیا گیا تھا، کیونکہ ان کا تعلق بھی ایمان اور عقیدہ ہی سے ہے۔

پھر دوسری جلد (کتاب الرقاق والاخلاق) میں ان حدیثوں کی تشریح کی گئی جن کا تعلق ابواب زہد و رقاق اور اخلاق سے ہے کیونکہ ایمان اور احسان سے ان کا بہت قریبی رابطہ ہے اور ان کا تعلق بھی عملی زندگی سے نہیں بلکہ قلب و باطن سے ہے۔

پھر تیسری جلد میں طہارت و نماز، اور چوتھی جلد میں زکوٰۃ، روزہ اور حج، اور پانچویں جلد میں، تلاوت قرآن، اذکار و دعوات، توبہ و استغفار وغیرہ سے متعلق احادیث جمع کر کے ان کی تشریح کی گئی ـــــ اسطرح ان تینوں جلدوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت و تعلیم کا وہ حصہ ضروری تشریح اور وضاحت کے ساتھ کم از کم اصولی طور پر پورا آگیا جس کا تعلق بندوں پر اللہ تعالیٰ کے حقوق اور خاص کر عبادات سے ہے۔

اب یہ چھٹی جلد ـــــ جس کو ضخامت بڑھ جانے کی وجہ سے دو حصوں میں تقسیم کر دینا پڑا ـــــ اس میں کتب حدیث سے وہ حدیثیں منتخب کر کے ایک خاص ترتیب کے ساتھ جمع کی گئی ہیں جن کا تعلق

حقوق العباد یعنی معاشرت اور معاملات کے ابواب سے ہے۔

جلد ششم حصۂ اوّل (جو آپ کے ہاتھ میں ہے) اس میں صرف ابواب معاشرت سے متعلق سوا تین سو حدیثوں کی تشریح کی گئی ہے، اسکی جامعیت کا کچھ اندازہ آپ اُس فہرست عنوانات سے بھی کر سکتے ہیں جو کتاب کے شروع میں شامل ہے ــــ اسکے حصۂ دوم میں معاشرت و معاملات کے بقیہ ابواب، مثلاً نکاح و طلاق اور اُنکے متعلقات، اور تجارت و زراعت، وصیت و امانت، قرض و ہبہ، اور اجارہ و وکالت وغیرہ معاشی و مالی معاملات اور قضاء و عدالت وغیرہ سے متعلق رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و معمولات کی تشریح (انشاء اللہ اسی انداز میں) آپکے سامنے آئیگی۔ واللہ الموفق۔

اس جلد کی بھی زیادہ تر بلکہ قریباً تمام تر حدیثیں مشکوٰۃ المصابیح، جمع الفوائد اور کنز العمال سے منتخب کی گئی ہیں اور سابقہ جلدوں کی طرح اسکی احادیث کی تخریج میں بھی انہی پر اعتماد کیا گیا ہے۔ جو حدیثیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی لی گئی ہیں وہ اگرچہ حدیث کی دوسری کتابوں میں بھی ہوں لیکن صاحب مشکوٰۃ کے طریقہ پر ان حدیثوں کی تخریج میں صرف انہی دو کتابوں کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہے۔ کیونکہ کسی حدیث کا ان دونوں میں سے کسی ایک میں بھی ہونا جمہور محدثین کے نزدیک اسکی صحت کی ضمانت کے لئے کافی ہے۔

حدیثوں کی ترتیب و تشریح اور عنوانات وغیرہ میں وہی رعایتیں ملحوظ رکھی گئی ہیں، اور اُن ہی اصولوں کی پابندی کی گئی ہے جن کا ذکر سابقہ جلدوں کے دیباچہ میں کیا جا چکا ہے، اس لئے اب یہاں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

اس سلسلۂ معارف الحدیث کی تالیف سے مقصود چونکہ عام تفہیم ہے اس لئے اس جلد کی حدیثوں کے ترجمہ میں بھی لفظی ترجمہ اور نحوی ترکیب کی پابندی ضروری نہیں سمجھی گئی ہے لیکن اگر مصنف سے کسی حدیث کا مفہوم سمجھنے اور ادا کرنے میں غلطی ہو گئی ہو (جو بلاشبہ ممکن ہے) تو جو صاحب علم اُس پر مطلع ہوں وہ ازراہ کرم اس عاجز کو اطلاع دے کر ممنون فرمائیں تاکہ اس کی تصحیح کر دی جائے۔

ــــ واجرھم علی اللہ

اپنے باتوفیق ناظرین سے

آخری گذارش یا وصیت!

اس سے پہلی جلدوں کے دیباچہ میں بھی یہی کی گئی تھی اور اب بھی یہی ہے کہ

حدیثِ نبویؐ کا مطالعہ خالص "علمی سیر" کے طور پر ہرگز نہ کیا جائے، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے ایمانی تعلق کو تازہ کرنے اور عمل کے لئے ہدایت حاصل کرنے کی نیت سے کیا جائے، نیز مطالعہ کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عظمت کو دل میں ضرور بیدار کیا جائے اور اس طرح ادب اور توجہ سے پڑھا جائے کہ گویا حضورؐ کی مجلس اقدس میں حاضر ہیں اور آپؐ فرما رہے ہیں ——— اور ہم سن رہے ہیں

اگر ایسا کیا گیا ——— تو

قلب و روح کو اُن انوار و برکات اور اُن ایمانی کیفیات کا کچھ نہ کچھ حصہ انشاء اللہ ضرور نصیب ہوگا جو عہدِ نبویؐ کے اُن خوش نصیبوں کو حاصل ہوتی تھیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے براہ راست رُوحانی اور ایمانی استفادہ کی دولت عطا فرمائی تھی ——— اس عاجز نے اپنے اساتذہ اور بزرگوں کو دیکھا ہے کہ وہ اس راہ ادب حدیث نبویؐ کے درس و مطالعہ کے لئے وضو کا اہتمام فرماتے تھے

——— اللہ تعالیٰ راقم سطور اور اس کتاب کے ناظرین کو بھی یہ ادب نصیب فرمائے

آخری بات اللہ کی حمد اور اُس کا شکر ہے اور اس خدمت کے اتمام کے لئے اُس سے حُسنِ توفیق کی استدعا اور کوتاہیوں اور گناہوں کی معافی کی التجا۔

عاجز و گنہگار بندہ ——— محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

ربیع الاوّل ۱۳۹۵ھ ——— اپریل ۱۹۷۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خاتم النبیین سیدنا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کا یہ امتیاز ہے کہ اس میں انسانی زندگی کے تمام ہی شعبوں کے متعلق واضح ہدایات دی گئی ہیں ——
اس سلسلۂ معارف الحدیث کی اس سے پہلی پانچ جلدوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جو احادیث اور آپؐ کے جو ارشادات مرتب کرکے پیش کئے جا چکے ہیں اُن کا تعلق یا عقائد و ایمانیات سے تھا یا اخلاق و جذبات اور قلب و روح کی کیفیات سے یا طہارت اور نماز روزہ، حج و زکوٰۃ وغیرہ عبادات اور اذکار و دعوات سے! ——
اب اُن احادیث کا سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے جن کا تعلق معاشرتی حقوق و آداب اور معاشی معاملات سے ہے، اور جن سے معلوم ہوگا کہ ہم اپنے ابناء جنس اور عزیزوں قریبوں، چھوٹوں اور بڑوں، اپنوں اور پرایوں کے ساتھ، جن سے زندگی میں ہمارا واسطہ پڑتا ہے کس طرح پیش آئیں، کیسا برتاؤ کریں اور کس کے کس پر کیا حقوق ہیں —— اور لین دین، خرید و فروخت، قرض و امانت، تجارت و زراعت، مزدوری و دستکاری کارخانہ داری و کرایہ داری، اور اسی طرح دوسرے معاشی مشغلوں کے بارے میں اللہ و رسولؐ کے کیا احکام ہیں، اور اُن کی کون سی شکلیں جائز اور کون سی ناجائز ہیں۔

معاشرت و معاملات کی خصوصی اہمیت :——

یہ دونوں باب (معاشرت و معاملات) اِس لحاظ سے شریعت کے نہایت اہم ابواب ہیں کہ ان میں ہدایتِ ربّانی اور خواہشاتِ نفسانی، اور احکامِ شریعت اور دُنیوی مصلحت و منفعت کی کشمکش عبادات وغیرہ دوسرے تمام ابواب سے زیادہ ہوتی ہے، اِسلئے اللہ کی بندگی و فرمانبرداری اور اُس کے رسُولؐ اور اس کی شریعت کی تابعداری کا جیسا امتحان ان میدانوں میں ہوتا ہے دوسرے کسی میدان میں نہیں ہوتا۔ اور یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے بنی آدم کو فرشتوں پر نوعی فضیلت حاصل ہوئی، ورنہ ظاہر ہے کہ ایمان و یقین اور ہمہ وقتی ذکر و عبادت اور رُوح کی لطافت و طہارت میں انسان فرشتوں کی برابری بھی نہیں کرسکتا۔

معاشرت سے متعلق احکام و ہدایات

اِس تمہید کے بعد ہم پہلے معاشرت کے سلسلہ کی حدیثیں پیش کرتے ہیں نکاح و طلاق اور عدّت و نفقہ وغیرہ سے متعلق احادیث بھی اس ضمن میں درج ہوں گی۔

معاشرتی احکام و ہدایات کا سلسلہ بچّے کی پیدائش ہی سے شروع ہوجاتا ہے۔ اسلئے ہم انہی حدیثوں سے اس سلسلہ کا آغاز کر رہے ہیں جن میں پیدائش ہی کے سلسلہ میں ہدایات دی گئی ہیں، اور بتلایا گیا ہے کہ پیدا ہونے والے بچّے کے بارے میں ماں باپ کی ذمہ داریاں کیا ہیں۔

ماں باپ کی ابتدائی ذمّہ داریاں

نومولود بچّہ کے کان میں اذان :——

(۱) عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَذَّنَ فِیْ اُذُنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ حِیْنَ وَلَدَتْہُ فَاطِمَۃُ بِالصَّلٰوۃِ —— رواہ الترمذی و ابوداؤد

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو (اپنے نواسے) حسن بن علی کے کان میں نماز والی اذان پڑھتے ہوئے دیکھا جب (آپ کی صاحبزادی) فاطمہ کے ہاں ان کی ولادت ہوئی۔

(جامع ترمذی، سنن ابی داؤد)

(تشریح) حضرت ابُورافعؓ کی اس حدیث میں حضرت حسنؓ کے کان میں صرف اَذَان پڑھنے کا ذکر ہے، لیکن ایک دوسری حدیث سے جو "کنز العمال" میں مسند ابویعلی موصلی کی تخریج سے حضرت حسین بن علی (رضی اللہ عنہما) سے روایت کی گئی ہے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے نومولود بچّہ کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت پڑھنے کی تعلیم وترغیب دی، اور اس برکت اور تاثیر کا بھی ذکر فرمایا کہ اس کی وجہ سے بچّہ اُمّ الصّبیان کے ضرر سے محفوظ رہے گا (جو شیطانی اثرات سے بھی ہوتا ہے)۔

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ نومولود بچّہ کا پہلا حق گھر والوں پر یہ ہے کہ سب سے پہلے اس کے کانوں کو اور کانوں کے ذریعہ اس کے دل ودماغ کو اللہ کے نام اور اس کی توحید

اور ایمان و نماز کی دعوت و پکار سے آشنا کریں۔ اس کا بہتر سے بہتر طریقہ یہی ہو سکتا ہے کہ اُس کے کانوں میں اذان و اقامت پڑھی جائے ـــــ اذان و اقامت میں دین حق کی بنیادی تعلیم اور دعوت نہایت مؤثر طریقے سے دی گئی ہے نیز ان دونوں کی یہ تاثیر اور خاصیت بہت سی احادیث میں بیان کی گئی ہے کہ اس سے شیطان بھاگتا ہے اسلئے بچہ کی حفاظت کی بھی یہ ایک تدبیر ہے۔

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پیدائش کے وقت نومولود مسلمان بچے کے کان میں اذان و اقامت پڑھنے کی تعلیم دی، اور جب عُمر پوری کرنے کے بعد اُس کو موت آجائے تو غسل دے کر اور کفنا کر اُس پر نمازِ جنازہ پڑھنے کی ہدایت فرمائی۔ اس طرح یہ بتلا دیا اور جتلا دیا کہ مومن کی زندگی اذان اور نماز کے درمیان کی زندگی ہے اور وہ بس اس طرح گزرنی چاہیئے جس طرح اذان کے بعد نماز کے انتظار اور اُس کی تیاری میں گزرتی ہے ـــــ نیز یہ کہ مسلمان بچے کا پہلا حق یہ ہے کہ پیدائش کے ساتھ ہی اُس کے کان میں اذان دی جائے، اور آخری حق یہ ہے کہ اُس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے۔

تحنیک اور دُعائے برکت :ـــــ

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی معرفت اور صحبت کے نتیجہ میں صحابۂ کرامؓ کو آپ کے ساتھ عقیدت کا جو تعلق تھا اس کا ایک ظہور یہ بھی تھا کہ نومولود بچے آپ کی خدمت میں لائے جاتے تھے تاکہ آپ اُن کے لئے خیر و برکت کی دُعا فرما دیں، اور کھجور یا ایسی ہی کوئی چیز چبا کر بچے کے تالو پر مَل دیں، اور اپنا لُعاب دہن اُس کے مُنہ میں ڈال دیں جو خیر و برکت کا باعث ہو ـــــ اس عمل کو تحنیک کہتے ہیں۔

UPD 297.13 MUH

(۲) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

L10582

كَانَ يُؤْتَى بِالصِّبْيَانِ فَيُبَرِّكُ عَلَيْهِمْ وَيُحَنِّكُهُمْ

رواہ مسلم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ لوگ اپنے بچوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا کرتے تھے تو آپ اُن کیلئے خیر و برکت کی دُعا فرماتے تھے اور تحنیک فرماتے تھے ـــــ (صحیح مسلم)

(۳) عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّهَا حَمَلَتْ بِعَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ بِمَكَّةَ قَالَتْ فَوَلَدْتُ بِقُبَاءٍ ثُمَّ أَتَيْتُ بِهِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْتُهُ فِي حَجْرِهِ ثُمَّ دَعَا بِتَمْرَةٍ فَمَضَغَهَا ثُمَّ تَفَلَ فِي فِيهِ ثُمَّ حَنَّكَهُ ثُمَّ دَعَا لَهُ وَبَرَّكَ عَلَيْهِ وَكَانَ أَوَّلَ مَوْلُودٍ وُلِدَ فِي الْإِسْلَامِ۔

رواہ البخاری ومسلم

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ ہجرت سے پہلے مکہ میں حمل سے تھیں۔ جب ہجرت کر کے مدینہ آئیں تو قباء میں اُن کے ولادت ہوئی، اور عبداللہ بن زبیر پیدا ہوئے کہتی ہیں کہ میں بچے کو لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور میں نے اُس کو آپ کی گود میں رکھ دیا۔ آپ نے چھوارہ منگوایا اور اُس کو چبایا پھر اپنا لعاب دہن اُس کے مُنہ میں ڈالا اور پھر اُس کے تالو پر ملا، پھر اُس کے لئے دُعا کی اور برکت سے نوازا، اور یہ اسلام میں پہلا بچہ تھا (جو ہجرت کے بعد ایک مہاجر کے گھر پیدا ہوا)۔

(صحیح بخاری وصحیح مسلم)

(تشریح) صحیح بخاری کی اِس حدیث کی ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ حضرت

عبداللہ بن زبیرؓ کے پیدا ہونے سے مسلمانوں کو خاص کر اسلئے بہت زیادہ خوشی ہوئی تھی کہ یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ یہودیوں نے مسلمانوں پر ایسا جادو کر دیا ہے کہ اُن کے بچے پیدا ہی نہ ہوں گے ——— عبداللہ بن زبیرؓ کی پیدائش نے اس کو غلط ثابت کر دیا اور مسلمانوں کے جو دشمن یہ جادو والی بات مشہور کر رہے تھے وہ ذلیل ہوئے۔

کتب حدیث میں "تحنیک" کے بہت سے واقعات مروی ہیں ——— ان سے معلوم ہوا کہ جب کسی گھرانے میں بچہ پیدا ہو تو چاہئے کہ اللہ کے کسی مقبول اور صالح بندے کے پاس اُس کو لے جائیں، اس کے لئے خیر و برکت کی دُعا بھی کرائیں اور "تحنیک" بھی کرائیں۔ یہ اُن سنتوں میں سے ہے جن کا رواج بہت ہی کم رہ گیا ہے۔

عقیقہ:———

دنیا کی قریب قریب سب ہی قوموں اور ملتوں میں یہ بات مشترک ہے کہ بچہ پیدا ہونے کو ایک نعمت اور خوشی کی بات سمجھا جاتا ہے اور کسی تقریب کے ذریعہ اس خوشی کا اظہار بھی کیا جاتا ہے۔ یہ انسانی فطرت کا تقاضہ بھی ہے اور اس میں ایک بڑی مصلحت یہ ہے کہ اس سے نہایت لطیف اور خوبصورت طریقے پر یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ باپ اس بچے کو اپنا ہی بچہ سمجھتا ہے، اور اس بارے میں اس کو اپنی بیوی پر کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ اس سے بہت سے فتنوں کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ عربوں میں اس کے لئے جاہلیت میں بھی عقیقہ کا رواج تھا۔ دستور یہ تھا کہ پیدائش کے چند روز بعد نومولود بچے کے سر کے وہ بال جو وہ ماں کے پیٹ سے لیکے پیدا ہوا ہے صاف کرا دیئے جاتے، اور اُس دن خوشی میں کسی جانور کی قربانی کی جاتی (جو ملتِ ابراہیمی کی نشانیوں میں سے ہے) ——— رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اصولی طور پر اس کو باقی رکھتے ہوئے بلکہ اس کی ترغیب دیتے ہوئے اس کے بارے میں مناسب

ہدایات دیں اور خود عقیقے کر کے عملی نمونہ بھی پیش فرمایا۔

(۴) عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا وُلِدَ لِأَحَدِنَا غُلَامٌ ذَبَحَ شَاةً وَلَطَخَ رَأْسَهُ بِدَمِهَا فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ كُنَّا نَذْبَحُ شَاةً يَوْمَ السَّابِعِ وَنَحْلِقُ رَأْسَهُ وَنُلَطِّخُهُ بِزَعْفَرَانٍ۔

رواہ ابوداؤد

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں ہم لوگوں کا یہ دستور تھا کہ جب کسی کے لڑکا پیدا ہوتا تو وہ بکری یا بکرا ذبح کرتا اور اُس کے خون سے بچے کے سر کو رنگ دیتا، پھر جب اسلام آیا تو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و ہدایت کے مطابق) ہمارا طریقہ یہ ہو گیا کہ ہم ساتویں دن عقیقہ کی بکری یا بکرے کی قربانی کرتے ہیں اور بچے کا سر صاف کرا کے اس کے سر پر زعفران لگا دیتے ہیں ——— (سنن ابی داؤد)

اور اسی حدیث کی رزین کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ساتویں دن عقیقہ کے ساتھ ہم بچے کا نام بھی رکھتے ہیں۔

(۵) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانُوا فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا عَقُّوا عَنِ الصَّبِيِّ خَضَبُوا قُطْنَةً بِدَمِ الْعَقِيقَةِ فَإِذَا حَلَقُوا رَأْسَ الصَّبِيِّ وَضَعُوهَا عَلَى رَأْسِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوا مَكَانَ الدَّمِ خَلُوقًا۔

رواہ ابن حبان فی صحیحہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کا یہ دستور تھا کہ جب وہ بچے کا عقیقہ کرتے تو روئی کے ایک پھوئے میں عقیقہ

کے جانور کا خون بھر لیتے، پھر جب بچے کا سر منڈوا دیتے تو وہ خون بھرا پھویا اُس کے سر پہ رکھ دیتے (اور اس کے سر کو عقیقہ کے خون سے رنگین کر دیتے، یہ ایک جاہلانہ رسم تھی) تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "بچے کے سر پر خون نہیں بلکہ اس کی جگہ خلوق لگایا کرو" ——— (صحیح جبان)

(تشریح) خلوق ایک مرکب خوشبو کا نام ہے جو زعفران وغیرہ سے تیار کیجاتی ہے۔ حضرت بریدہ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کی ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ عقیقہ کا رواج عربوں میں زمانۂ جاہلیت میں بھی تھا۔ چونکہ اس میں بہت سی مصلحتیں تھیں جن کی طرف اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے، اور یہ بنیادی طور پر شریعتِ اسلامی کے مزاج کے مطابق تھا، اور غالباً مناسکِ حج کی طرح ملتِ ابراہیمی کے بقایا میں سے تھا اسلئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی اصل کو باقی رکھا اور جاہلانہ رسوم کی اصلاح فرمائی۔

اسی طرح بیہقی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عقیقہ کا رواج یہود میں بھی تھا لیکن وہ صرف لڑکوں کی طرف سے عقیقہ کی قربانی کرتے تھے لڑکیوں کی طرف سے نہیں کرتے تھے، جس کی وجہ غالباً لڑکیوں کی ناقدری تھی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی بھی اصلاح فرمائی اور حکم دیا کہ لڑکوں کی طرح لڑکیوں کی طرف سے بھی عقیقہ کیا جائے[1]۔ البتہ دونوں صنفوں میں جو قدرتی اور فطری فرق ہے (جس کا لحاظ میراث اور قانونِ شہادت وغیرہ میں بھی کیا گیا ہے) اس کی بنا پر آپ نے فرمایا کہ لڑکی کے عقیقہ میں ایک بکری اور لڑکے کے عقیقہ میں (اگر استطاعت اور وسعت ہو) تو دو بکریوں کی قربانی کی جائے۔

---

[1] ان الیھود تعق عن الغلام ولا تعق عن الجاریۃ فعقوا عن الغلام شاتین و عن الجاریۃ شاۃً ——— رواہ البیھقی فی شعب الایمان عن ابی ہریرۃ مرفوعاً۔ (کنز العمال) جلد ۸ ص ۲۷۲

(۶) عَنْ اُمِّ كُرْزٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ وَلَا يَضُرُّكُمْ ذُكْرَانًا كُنَّ اَوْ اُنَاثًا ۔

رواہ الترمذی والنسائی

اُمِّ کرز رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا، آپ (عقیقہ کے بارے میں) فرمارہے تھے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں کی جائیں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری، اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ عقیقہ کے جانور نر ہوں یا مادہ ——— (جامع ترمذی سنن نسائی)

(۷) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وُلِدَ لَهٗ وَلَدٌ فَاَحَبَّ اَنْ يَنْسُكَ عَنْهُ فَلْيَنْسُكْ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَيْنِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةً ——— رواہ ابوداؤد والنسائی

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے بچہ پیدا ہو، اور وہ اس کی طرف سے عقیقہ کی قربانی کرنا چاہے، تو لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کرے ——— (سنن ابی داؤد سنن نسائی)

(تشریح) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عقیقہ فرائض و واجبات کی طرح کوئی لازمی چیز نہیں ہے بلکہ اس کا درجہ استحباب کا ہے جیسا کہ حدیث کے خط کشیدہ الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم ——— اسی طرح لڑکے کے عقیقہ میں دو بکریاں کرنا بھی کچھ ضروری نہیں ہے، ہاں اگر وسعت ہو تو دو کی قربانی بہتر ہے ورنہ ایک بھی کافی ہے ———

آگے درج ہونے والی ایک حدیث سے معلوم ہوگا کہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے عقیقہ میں ایک ہی ایک بکری کی قربانی کی تھی۔

(۸) عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ غُلَامٍ رَهِيْنَةٌ بِعَقِيْقَتِهٖ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهٖ وَيُحْلَقُ وَيُسَمّٰى۔

رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی

حضرت حسن بصری نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ ہر بچہ اپنے عقیقہ کے جانور کے عوض رہن ہوتا ہے جو ساتویں دن اس کی طرف سے قربانی کیا جائے اور اس کا سر منڈوا دیا جائے اور نام رکھا جائے۔

(سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی)

(تشریح) عقیقہ کے جانور کے عوض بچے کے رہن ہونے کے شارحین نے کئی مطلب بیان کئے ہیں۔ اس عاجز کے نزدیک دل کو زیادہ لگنے والی بات یہ ہے کہ بچہ اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے اور صاحب استطاعت کے لئے عقیقہ کی قربانی اس کا شکرانہ اور گویا اس کا فدیہ ہے۔ جب تک یہ شکریہ پیش نہ کیا جائے اور فدیہ ادا نہ کر دیا جائے وہ بار باقی رہے گا اور گویا بچہ اس کے عوض رہن رہے گا۔

پیدائش ہی کے دن عقیقہ کرنے کا حکم غالباً اسلئے نہیں دیا گیا کہ اس وقت گھر والوں کو زچہ کی دیکھ بھال کی فکر ہوتی ہے، علاوہ ازیں اسی دن بچے کا سر صاف کرا دینے میں طبی اصول پر ضرر کا بھی خطرہ ہے۔ ایک ہفتہ کی مدت ایسی ہے کہ اس میں زچہ بھی عموماً ٹھیک ہو جاتی ہے اور بچہ بھی سات دن تک اس دنیا کی ہوا کھا کے ایسا ہو جاتا ہے کہ اس کا سر صاف کرا دینے میں ضرر کا خطرہ نہیں رہتا۔ واللہ اعلم

اس حدیث سے اور بعض دوسری احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عقیقہ

کے ساتھ ساتویں دن بچّے کا نام بھی رکھا جائے ـــــ لیکن بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض بچّوں کا نام پیدائش کے دن ہی رکھ دیا تھا، اسلئے ساتویں دن سے پہلے نام رکھ دینے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے، ہاں اگر پہلے نام نہ رکھا گیا ہو تو ساتویں دن عقیقہ کے ساتھ نام بھی رکھ دیا جائے۔ جن حدیثوں میں ساتویں دن عقیقہ کے ساتھ نام رکھنے کا ذکر ہے اُن کا مطلب یہی سمجھنا چاہیئے۔

(۹) عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرِ الضَّبِّيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَعَ الْغُلَامِ عَقِيْقَةٌ فَاَهْرِيْقُوْا عَنْهُ دَمًا وَّ اَمِيْطُوْا عَنْهُ الْاَذٰى ـــــ رواہ البخاری

حضرت سلمان بن عامر الضبیؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بچّے کے ساتھ عقیقہ ہے (یعنی اللہ تعالیٰ جس کو بچّہ عطا فرمائے وہ عقیقہ کرے) لہذا بچّے کی طرف سے قربانی کرو اور اُس کا سر صاف کرادو ـــــ (صحیح بخاری)

(تشریح) عقیقہ میں جیسا کہ ان حدیثوں سے ظاہر ہے دو ہی کام ہوتے ہیں۔ ایک بچّے کا سر منڈوا دینا اور دوسرا اُس کی طرف سے شکرانہ اور فدیہ کے طور پر جانور قربان کر دینا۔ ان دونوں عملوں میں ایک خاص ربط اور مناسبت ہے، اور یہ ملّتِ ابراہیمیؑ کے شعائر میں سے ہیں۔ حج میں بھی ان دونوں کا اسی طرح جوڑ ہے، اور حاجی قربانی کرنے کے بعد سر صاف کراتا ہے۔ اس لحاظ سے عقیقہ عملی طور پر اس کا بھی اعلان ہے کہ ہمارا رابطہ اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السّلام سے ہے، اور یہ بچّہ بھی ملّتِ ابراہیمیؑ ہی کا ایک فرد ہے۔

(۱۰) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ كَبْشًا كَبْشًا۔

رواہ ابوداؤد

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے نواسوں) حسن اور حسین کا عقیقہ کیا اور ایک ایک مینڈھا ذبح کیا ——— (سنن ابی داؤد)

(تشریح) حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے عقیقہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک ایک مینڈھے کی قربانی غالباً اسلئے کی کہ اُس وقت اتنی ہی وسعت تھی۔ اور اس طرح اُن لوگوں کے لئے جن کو زیادہ وسعت حاصل نہ ہو ایک نظیر بھی قائم ہوگئی ——— اس حدیث کی بعض روایات میں بجائے ایک ایک مینڈھے کے دو دو مینڈھوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے لیکن محدثین کے نزدیک سنن ابی داؤد کی یہی روایت قابلِ ترجیح ہے جس میں ایک ایک مینڈھے کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۱۱) عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ عَقَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحَسَنِ بِشَاةٍ وَّقَالَ يَا فَاطِمَةُ اِحْلِقِيْ رَأْسَهٗ وَتَصَدَّقِيْ بِزِنَةِ شَعْرِهٖ فِضَّةً فَوَزَنَّاهُ فَكَانَ وَزْنُهٗ دِرْهَمًا اَوْ بَعْضَ دِرْهَمٍ

رواہ الترمذی

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن کے عقیقہ میں ایک بکری کی قربانی کی، اور آپ نے (اپنی صاحبزادی سیدہ) فاطمہ سے فرمایا کہ اس کا سر صاف کردو اور بالوں کے وزن بھر چاندی صدقہ کردو، ہم نے وزن کیا تو وہ ایک درہم برابر یا اس سے

بھی کچھ کم تھے ——— (جامع ترمذی)

(تشریح) اس حدیث میں عقیقہ کے سلسلہ میں قربانی کے علاوہ بچّے کے بالوں کے وزن بھر چاندی صدقہ کرنے کا بھی ذکر ہے، یہ بھی مستحب ہے۔

اس حدیث کے بیان کے مطابق رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صاحبزادہ حسنؓ کے بالوں کے وزن بھر چاندی صدقہ کرنے کا حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جو حکم دیا تھا بعض حضرات نے اس کی توجیہہ یہ کی ہے کہ حضرت حسنؓ کی پیدائش کے دنوں میں ان کے ماں باپ (حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما) کے ہاں اتنی وسعت نہیں تھی کہ وہ عقیقہ کی قربانی کر سکتے، اسلئے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کی قربانی تو اپنی طرف سے کر دی، لیکن حضرت فاطمہؓ سے فرما دیا کہ بچّے کے بالوں کے وزن بھر چاندی وہ صدقہ کر دیں۔ تاکہ ان کی طرف سے بھی کچھ شکرانہ صدقے کی شکل میں اللہ کے حضور میں گزر جائے۔

تسمیہ (نام رکھنا) :———

بچّے کا اچھا نام رکھنا بھی ایک حق ہے۔ احادیثِ نبویؐ میں اس بارے میں بھی واضح ہدایات وارد ہوئی ہیں۔

(۱۲) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقُّ الْوَلَدِ عَلَى الْوَالِدِ اَنْ يُحْسِنَ اِسْمَهٗ وَيُحْسِنَ اَدَبَهٗ ——— رواه البيهقي في شعب الايمان

حضرت عبداللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ باپ پر بچے کا یہ بھی حق ہے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اس کو حُسنِ ادب سے آراستہ کرے ——— (شعب الایمان للبیہقی)

(۱۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَا یَنْحَلُ الرَّجُلُ وَلَدَهٗ اِسْمُهٗ فَلْیُحْسِنْ اِسْمَهٗ ——— رواہ ابو الشیخ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اپنے بچے کو سب سے پہلا تحفہ نام کا دیتا ہے، اسلئے چاہئے کہ اس کا نام اچھا رکھے ——— (ابو الشیخ)

(۱۴) عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ بِاَسْمَائِكُمْ وَاَسْمَاءِ اٰبَائِكُمْ فَاَحْسِنُوْا اَسْمَاءَكُمْ ——— رواہ احمد وابو داؤد

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن تم اپنے اور اپنے آباء کے ناموں کے ساتھ پکارے جاؤ گے (یعنی پکارا جائے گا فلاں بن فلاں) لہٰذا تم اچھے نام رکھا کرو۔

——— (مسند احمد، سنن ابی داؤد)

(۱۵) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَبَّ اَسْمَائِكُمْ اِلَی اللّٰهِ عَبْدُ اللّٰهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ ——— رواہ مسلم

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے ناموں میں اللہ کو سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں ——— (رواہ مسلم)

(تشریح) عبداللہ اور عبدالرحمٰن کے زیادہ پسندیدہ ہونے کی وجہ ظاہر ہے، اس میں بندے کی عبدیت کا اعلان ہے اور یہ چیز اللہ کو پسند ہے ———

اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے نام بھی پسندیدہ ناموں میں سے ہیں، وہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ نسبت کو ظاہر کرتے ہیں۔ چنانچہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے کا نام ابراہیم رکھا تھا۔ اور سنن ابی داؤد وغیرہ میں آپ کا یہ ارشاد بھی مروی ہے: "سَمُّوا بِاَسْمَاءِ الْاَنْبِیَاءِ" (یعنی پیغمبروں کے ناموں پہ نام رکھو)۔ اس کے علاوہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض بچوں کے نام ایسے بھی رکھے، جو معنوی لحاظ سے اچھے ہیں، اگرچہ وہ پیغمبروں کے معروف ناموں میں سے نہیں ہیں مثلاً اپنے نواسوں کا نام حسن اور حسین رکھا، اور ایک انصاری صحابی کے بچے کا نام مُنذِر رکھا ——— الغرض اس باب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل اور آپ کے ارشادات سے یہی رہنمائی ملتی ہے کہ باپ کی ذمہ داری ہے کہ بچے کا اچھا نام رکھے یا اپنے کسی بزرگ سے رکھوائے۔

حُسنِ ادب اور دینی تربیت :———

اللہ کے سارے پیغمبروں نے اور ان سب کے آخر میں اُن کے خاتم سیدنا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اس چند روزہ دُنیوی زندگی کے بارے میں یہی بتایا ہے کہ یہ دراصل آنے والی اس اُخروی زندگی کی تمہید اور اُس کی تیاری کے لئے ہے جو اصلی اور حقیقی زندگی ہے، اور جو کبھی ختم نہ ہوگی ——— اِس نقطۂ نظر کا قدرتی اور لازمی تقاضا ہے کہ دنیا کے سارے مسئلوں سے زیادہ آخرت کو بنانے اور وہاں فوز و فلاح حاصل کرنے کی فکر کی جائے، اسلئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر صاحبِ اولاد پر اُس کی اولاد کا یہ حق بتایا ہے کہ وہ بالکل شروع ہی سے اس کی دینی تعلیم و تربیت کی فکر کرے، اگر وہ اس میں کوتاہی کرے گا تو قصوروار ہوگا ———

اِس سلسلہ کی چند حدیثیں ذیل میں پڑھئے! :———

(۱۶) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْتَحُوْا عَلٰى صِبْيَانِكُمْ اَوَّلَ كَلِمَةٍ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَلَقِّنُوْهُمْ عِنْدَ الْمَوْتِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ——— رواہ البیہقی فی شعب الایمان

اپنے بچوں کی زبان سے سب سے پہلے "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہلواؤ۔ اور موت کے وقت ان کو اسی کلمہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کی تلقین کرو۔

——— (شعب الایمان للبیہقی)

(تشریح) انسانی ذہن کی صلاحیتوں کے بارے میں جدید تجربات اور تحقیقات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے اور اب گویا تسلیم کر لی گئی ہے کہ پیدائش کے وقت ہی سے بچے کے ذہن میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ جو آوازیں وہ کان سے سنے اور آنکھوں سے جو کچھ دیکھے اُس سے اثر لے، اور وہ اثر لیتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پیدا ہونے کے بعد ہی بچے کے کان میں (خاص کان میں) اذان و اقامت پڑھنے کی جو ہدایت فرمائی ہے (جیسا کہ حضرت ابو رافع اور حضرت حسین بن علی کی متذکرۂ بالا روایات سے معلوم ہو چکا ہے) اس سے بھی یہ صاف اشارہ ملتا ہے ——— حضرت عبداللہ بن عباس کی اس حدیث میں ہدایت فرمائی گئی ہے کہ بچے کی زبان جب بولنے کے لئے کھلنے لگے تو سب سے پہلے اس کو کلمہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کی تلقین کی جائے، اور اسی سے زبانی تعلیم و تلقین کا افتتاح ہو ——— آگے یہ بھی ہدایت فرمائی گئی کہ جب آدمی کا وقت آخر آئے تو اُس وقت بھی اس کو اسی کلمہ کی تلقین کی جائے ———

بڑا خوش نصیب ہے اللہ کا وہ بندہ جس کی زبان سے دنیا میں آنے کے بعد سب سے پہلے یہی کلمہ نکلے، اور دنیا سے جاتے وقت یہی اس کا آخری کلمہ ہو ——— اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے۔

(۱۷) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدًا مِنْ نَحْلٍ أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ ـــــــــــ رواہ الترمذی

حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: کسی باپ نے اپنی اولاد کو کوئی عطیہ اور تحفہ حسن ادب و اچھی سیرت سے بہتر نہیں دیا ـــــــــــ (جامع ترمذی)

(تشریح) یعنی باپ کی طرف سے اولاد کے لئے سب سے اعلیٰ اور بیش بہا تحفہ یہی ہے کہ اُن کی ایسی تربیت کرے کہ وہ شائستگی اور اچھے اخلاق و سیرت کے حامل ہوں۔

(۱۸) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْرِمُوْا أَوْلَادَكُمْ وَأَحْسِنُوْا آدَابَهُمْ ـــــــــــ رواہ ابن ماجہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی اولاد کا اکرام کرو، اور (اچھی تربیت کے ذریعہ) اُن کو حسن ادب سے آراستہ کرو ـــــــــــ (سنن ابن ماجہ)

(تشریح) اولاد کا اکرام یہ ہے کہ اُن کو اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور اُس کی امانت سمجھ کر اُن کی قدر اور اُن کا لحاظ کیا جائے حسب استطاعت اُن کی ضروریاتِ حیات کا بندوبست کیا جائے۔ اُن کو بوجھ اور مصیبت نہ سمجھا جائے۔

(۱۹) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرُوْا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعٍ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِيْنَ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ ـــــــــــ رواہ ابوداؤد ورواہ فی شرح السنۃ عن بسرۃ بن معبد

حضرت عبداللہ بن عمرو العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ۔ تمہارے بچے جب سات سال کے ہو جائیں تو ان کو نماز کی تاکید کرو، اور جب دس سال کے ہو جائیں تو نماز میں کوتاہی کرنے پر ان کو سزا دو، اور ان کے بستر بھی الگ الگ کر دو ——— (سنن ابی داؤد)

(تشریح) عام طور سے بچے سات سال کی عمر میں سمجھ دار اور باشعور ہو جاتے ہیں، اس وقت سے ان کو خدا پرستی کے راستے پر ڈالنا چاہئے، اور اس کے لئے اُن سے نماز کی پابندی کرانی چاہئے۔ دس سال کی عمر میں ان کا شعور کافی ترقی کر جاتا ہے اور بلوغ کا زمانہ قریب آجاتا ہے، اُس وقت نماز کے بارے میں ان پر سختی کرنی چاہئے، اور اگر وہ کوتاہی کریں تو مناسب طور پر ان کو سرزنش بھی کرنی چاہئے۔ نیز اس عمر کو پہونچ جانے پر ان کو الگ الگ سُلانا چاہئے، ایک ساتھ اور ایک بستر پر نہ سُلانا چاہئے (دس سال سے پہلے اس کی گنجائش ہے)۔

حدیث کا مدعا یہ ہے کہ ماں باپ پر یہ سب اولاد کے حقوق ہیں، لڑکوں کے بھی اور لڑکیوں کے بھی، اور قیامت کے دن ان سب کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

خاص کر لڑکیوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کی اہمیّت :———

آج تک بھی بہت سے علاقوں اور طبقوں میں لڑکی کو ایک بوجھ اور مصیبت سمجھا جاتا ہے، اور اس کے پیدا ہونے پر گھر میں بجائے خوشی کے افسردگی اور غمی کی فضا ہو جاتی ہے۔ یہ حالت تو آج ہے، لیکن اسلام سے پہلے عربوں میں تو بیچاری لڑکی کو باعثِ ننگ و عار تصوّر کیا جاتا تھا، اور اس کا یہ حق بھی نہیں سمجھا جاتا تھا کہ اس کو زندہ ہی رہنے دیا جائے۔ بہت سے قسی القلب خود اپنے ہاتھوں سے اپنی بچی کا گلا گھونٹ کر اس کا خاتمہ کر دیتے تھے، یا اس کو زندہ زمین میں دفن کر دیتے تھے ———

ن کا یہ حال قرآن مجید میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے :——

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ	جب ان میں سے کسی کو لڑکی پیدا
بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ	ہونے کی خبر سنائی جاتی ہے، تو وہ
مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۚ	دل مسوس کے رہ جاتا ہے۔ لوگوں سے
يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ	چھپتا پھرتا ہے، ان کو منہ نہیں دکھانا
سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ	چاہتا، اس برائی کی وجہ سے جس کی
اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ	اسے خبر ملی ہے۔ سوچتا ہے، کیا اس
اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ	نومولود بچی کو ذلت کے ساتھ باقی رکھے
(النحل۔ ع ۷)	یا اس کو کہیں لیجا کے مٹی میں دبا دے۔

یہ تھا لڑکیوں کے بارے میں اُن عربوں کا ظالمانہ رویّہ جن میں رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ اس فضا اور اس پس منظر کو پیشِ نظر رکھ کے اس بارے میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجۂ ذیل ارشادات پڑھئے! :——

(۲) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وُلِدَتْ لَهٗ اِبْنَةٌ فَلَمْ يُؤْذِهَا وَلَمْ يُهِنْهَا وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهٗ عَلَيْهَا —— يَعْنِى الذُّكُوْرَ —— اَدْخَلَهُ اللّٰهُ بِهَا الْجَنَّةَ ——

—— رواہ احمد والحاکم فی المستدرک

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔ جس شخص کے ہاں لڑکی پیدا ہو، پھر وہ نہ تو اُسے کوئی ایذا پہونچائے اور نہ اس کی توہین اور ناقدری کرے، اور نہ محبت اور برتاؤ میں لڑکوں کو اُس پر ترجیح دے (یعنی اس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرے جیسا کہ لڑکوں کیساتھ کرتا ہے)

تو اللہ تعالیٰ لڑکی کے ساتھ اس حُسنِ سلوک کے صلے میں اس کو جنّت عطا فرمائے گا۔

(مسند احمد، مستدرک حاکم)

(۲۱) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَاَحْسَنَ اِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ۔

رواہ البخاری و مسلم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ جس بندے یا بندی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیٹیوں کی ذمہ داری ڈالی گئی (اور اس نے اس ذمہ داری کو ادا کیا) اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا، تو یہ بیٹیاں اُس کے لئے دوزخ سے بچاؤ کا سامان بن جائیں گی۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح) حضرت صدیقہؓ کی اسی حدیث کی ایک روایت میں وہ واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے جس کے سلسلہ میں رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث ارشاد فرمائی تھی۔ اور وہ یہ ہے کہ:۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک نہایت غریب عورت کچھ مانگنے کے لئے آئی، اُس کے ساتھ اُس کی دو بچیاں بھی تھیں، اتفاق سے اُن کے پاس اُس وقت صرف ایک کھجور تھی۔ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ میں نے وہی کھجور اُس بیچاری کو دے دی۔ اُسنے اُسی ایک کھجور کے دو ٹکڑے کر کے دونوں بچیوں میں تقسیم کر دیئے، اور خود اُس میں سے کچھ بھی نہیں لیا اور چلی گئی۔ کچھ دیر کے بعد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو میں نے آپ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ:۔ "جس بندے یا بندی پر بیٹیوں کی ذمہ داری پڑے اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے، تو یہ بیٹیاں آخرت میں اس کی نجات کا

سامان بنیں گی" ـــــ مطلب یہ ہے کہ یہ آدمی اگر بالفرض اپنے کچھ گناہوں کی وجہ سے سزا اور عذاب کے قابل ہوگا تو لڑکیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کے صلہ میں اس کی مغفرت فرما دیجائے گی، اور وہ دوزخ سے بچا دیا جائے گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی کی ایک دوسری روایت میں جس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ایک بیچاری مسکین عورت اپنی دو بچیوں کو گود میں لئے ان کے پاس آئی اور سوال کیا، تو حضرت عائشہؓ نے اس کو تین کھجوریں دیں، اُسنے ایک ایک دونوں بچیوں کو دے دی، اور ایک خود کھانے کیلئے اپنے مُنھ میں رکھنے لگی، بچیوں نے اُس تیسری کھجور کو بھی مانگا، تو اُسنے خود نہیں کھائی، بلکہ وہ بھی آدھی آدھی کرکے دونوں بچیوں کو دے دی ـــــ حضرت عائشہؓ اس کے اس طرزِ عمل سے بہت متاثر ہوئیں، اور انھوں نے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، تو آپ نے فرمایا کہ: ـــــ "اللہ تعالیٰ نے اس عورت کے اسی عمل کی وجہ سے اس کے لئے جنّت کا اور دوزخ سے رہائی کا فیصلہ فرما دیا" ـــــ ہوسکتا ہے کہ حضرت صدیقہ کے ساتھ یہ دونوں واقعے الگ الگ پیش آئے ہوں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ واقعہ ایک ہی ہو اور راویوں کے بیان میں اختلاف ہوگیا ہو۔

(۲۲) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَنَا وَهُوَ هٰكَذَا وَضَمَّ اَصَابِعَهٗ ـــــ رواہ مسلم

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ـــ جو بندہ دو لڑکیوں کا بار اٹھائے اور ان کی پرورش کرے، یہاں تک کہ وہ سن بلوغ کو پہونچ جائیں، تو وہ اور میں قیامت کے دن اس طرح ساتھ ہوں گے ـــــ راوی حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ آپ نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو بالکل ملا کر دکھایا

(یعنی یہ کہ جس طرح یہ انگلیاں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں اسی طرح میں اور وہ شخص بالکل ساتھ ہوں گے) ——— (صحیح مسلم)

(۲۳) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ عَالَ ثَلٰثَ بَنَاتٍ اَوْ ثَلٰثَ اَخَوَاتٍ اَوْ اُخْتَیْنِ اَوْ بِنْتَیْنِ فَاَدَّبَھُنَّ وَاَحْسَنَ اِلَیْھِنَّ وَزَوَّجَھُنَّ فَلَہُ الْجَنَّۃُ ——— رواہ ابوداؤد والترمذی

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: — جس بندے نے تین بیٹیوں یا تین بہنوں یا دو ہی بیٹیوں یا بہنوں کا بار اٹھایا اور ان کی اچھی تربیت کی اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور پھر ان کا نکاح بھی کر دیا، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بندے کیلئے جنت کا فیصلہ ہے ——— (سنن ابی داود، جامع ترمذی)

(تشریح) ان حدیثوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حسن سلوک کو لڑکیوں کا صرف حق ہی نہیں بتلایا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر داخلۂ جنت اور عذاب دوزخ سے نجات کا آپ نے اعلان فرمایا، اور یہ انتہائی خوش خبری سنائی کہ لڑکیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والے اہل ایمان قیامت میں اس طرح میرے قریب اور بالکل میرے ساتھ ہوں گے جس طرح ایک ہاتھ کی باہم ملی ہوئی انگلیاں ساتھ ہوتی ہیں۔

داد و دہش میں مساوات و برابری بھی اولاد کا حق ہے: ———

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اولاد کے بارے میں یہ بھی ہدایت فرمائی ہے کہ خاص کر داد و دہش میں سب کے ساتھ انصاف اور برابری کا برتاؤ کیا جائے، یہ نہ ہو کہ کسی کو زیادہ نوازا جائے اور کسی کو محروم رکھا جائے یا کم دیا جائے ——— یہ چیز

بذاتِ خود بھی مطلوب ہے، اور اُس عدل و انصاف کا بھی تقاضا ہے جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔ اِسکے علاوہ اس میں یہ بھی حکمت و مصلحت ہے کہ اگر اولاد میں سے کسی کو زیادہ نوازا جائے اور کسی کو کم، تو اُن میں باہم بغض و حسد پیدا ہوگا جو دین اور تقوے کے لئے تباہ کن اور ہزار فتنوں کی جڑ ہے۔ نیز اولاد میں جس کے ساتھ ناانصافی ہوگی اس کے دل میں باپ کی طرف سے میل آئے گا اور شکایت و کدورت پیدا ہوگی، اور ظاہر ہے کہ اس کا انجام کتنا خراب ہوگا۔ ان سب وجوہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں سخت تاکیدیں فرمائی ہیں، اور اس رویّہ کو ایک طرح کا ظلم قرار دیا ہے۔ اس باب میں مندرجۂ ذیل حدیثیں پڑھیئے! :——

(۲۴) عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ اَنَّ اَبَاهُ اَتٰى بِهٖ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ نَحَلْتُ اِبْنِيْ هٰذَا غُلَامًا فَقَالَ اَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَ مِثْلَهٗ؟ قَالَ لَا قَالَ فَارْجِعْهُ ——— وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّهٗ قَالَ اَيَسُرُّكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا اِلَيْكَ فِي الْبِرِّ سَوَاءً قَالَ بَلٰى قَالَ فَلَا اِذًا وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّهٗ قَالَ اَعْطَانِيْ اَبِيْ عَطِيَّةً فَقَالَتْ عَمْرَةُ بِنْتُ رَوَاحَةَ لَا اَرْضٰى حَتّٰى تُشْهِدَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ اَعْطَيْتُ اِبْنِيْ مِنْ عَمْرَةَ بِنْتِ رَوَاحَةَ عَطِيَّةً فَاَمَرَتْنِيْ اَنْ اُشْهِدَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَعْطَيْتَ سَائِرَ وَلَدِكَ مِثْلَ هٰذَا؟ قَالَ لَا قَالَ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ قَالَ فَرَجَعَ فَرَدَّ عَطِيَّتَهٗ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّهٗ قَالَ

لَا أَشْهَدُ عَلَى جَوْرٍ ——— رواہ البخاری ومسلم

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے والد مجھے لیکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے (بعض روایات میں ہے کہ گود میں لیکر حاضر ہوئے) اور عرض کیا کہ میں نے اس بیٹے کو ایک غلام ہبہ کر دیا ہے (بعض روایات میں بجائے غلام کے باغ ہبہ کرنے کا ذکر ہے، بہرحال) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے پوچھا: "کیا تم نے اپنے سب بچوں کو اتنا ہی اتنا دیا ہے؟" انھوں نے عرض کیا کہ: — نہیں (اوروں کو تو نہیں دیا، صرف اسی لڑکے نعمان کو دیا ہے)۔ آپ نے فرمایا: — پھر یہ تو ٹھیک نہیں۔ اور فرمایا کہ: — اس کو واپس لے لو ——— اور ایک روایت میں ہے کہ: — کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمھاری سب اولاد یکساں طور پر تمھاری فرمانبردار اور خدمت گزار بنے؟ ——— انھوں نے عرض کیا کہ: — ہاں! حضرتؐ یہ تو ضرور چاہتا ہوں! — تو آپ نے فرمایا: — پھر ایسا نہ کرو (کہ ایک کو دو اور دوسروں کو محروم رکھو) ——— اور نعمان بن بشیرؓ ہی کی ایک دوسری روایت میں (یہی واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے) کہ میرے والد نے (میری والدہ کے اصرار پر) میرے لئے کچھ ہبہ کیا تو میری والدہ عمرہ بنت رواحہؓ نے کہا کہ میں جب خوش اور مطمئن ہوں گی جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ہبہ کا گواہ بنا دو گے۔ چنانچہ میرے والد نعمانؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میری بیوی عمرہ بنت رواحہ سے میرا جو بچہ (نعمان) ہے میں نے اس کے لئے کچھ ہبہ کیا ہے، تو اس کی ماں نے مجھ سے تاکید کی ہے کہ میں حضورؐ کو اس کا گواہ بنا دوں (اور اس طرح حضورؐ کی منظوری بھی حاصل کر کے ہبہ کو پکا کر دوں) آپؐ نے اُن سے پوچھا کہ: — کیا تم نے اپنے اور سب بچوں کے لئے بھی اتنا ہی ہبہ کیا ہے؟ — انھوں نے عرض کیا کہ نہیں (اوروں کے لئے تو نہیں کیا)۔ آپ نے

ارشاد فرمایا:- فاتقوا اللہ واعدلوا بین اولادکم (یعنی خدا سے ڈرو اور اپنی اولاد کے ساتھ مساوات اور برابری کا سلوک کرو) - حضرت نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ کے اس فرمانے پر والد صاحب نے رجوع کر لیا اور ہبہ واپس لے لیا۔ اور ایک روایت میں ہے: حضورؐ نے یہ بھی فرمایا کہ:- میں بے انصافی کے معاملہ کا گواہ نہیں بن سکتا ——— (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح) جیسا کہ ظاہر ہے اس حدیث میں اس بات سے ممانعت فرمائی گئی ہے اور اس کو جَوْر یعنی بے انصافی قرار دیا گیا ہے کہ اولاد میں سے کسی کے ساتھ داد و دہش میں ترجیحی سلوک کیا جائے۔ بعض فقہاء نے اس کو حرام تک کہا ہے۔ لیکن اکثر فقہاء نے اور ائمہ اربعہ میں سے امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نے (بعض دوسرے دلائل و قرائن کی بناء پر) اس کو حرام تو نہیں لیکن مکروہ اور سخت ناپسندیدہ قرار دیا ہے مگر واضح رہے کہ یہ حکم اسی صورت میں ہے جبکہ ترجیحی سلوک بلا کسی ایسی وجہ کے ہو جو شرعاً معتبر ہو، لیکن اگر کوئی ایسی وجہ موجود ہو تو پھر اس وجہ کے بقدر ترجیحی سلوک درست ہوگا۔ مثلاً اولاد میں سے کسی کی صحت مستقل طور پر خراب ہے اور وہ دوسرے بھائیوں کی طرح معاشی جد و جہد نہیں کر سکتا تو اس کے ساتھ خصوصی سلوک عدل و انصاف کے خلاف نہ ہوگا، بلکہ ایک درجہ میں ضروری اور باعث اجر ہوگا۔ اسی طرح اگر اولاد میں سے کسی نے اپنے کو دین و ملت کی خدمت میں اس طرح لگا دیا ہے کہ معاشی جد و جہد میں زیادہ حصہ نہیں لے سکتا تو اس کے ساتھ بھی مناسب حد تک خصوصی سلوک جائز بلکہ باعث اجر ہوگا۔ علیٰ ہذا اگر کسی ایک بھائی کے ساتھ خصوصی اور ترجیحی سلوک پر دوسرے بھائی رضامند ہوں تب بھی یہ جائز ہوگا۔

(۲۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوُّوْا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ فِي الْعَطِيَّةِ فَلَوْ

كُنْتُ مُفَضِّلًا اَحَدًا فَضَّلْتُ النِّسَاءَ ۔

رواہ سعید بن منصور فی سننہ والطبرانی فی الکبیر

واودر ہمش میں اپنی سب اولاد کے ساتھ مساوات اور برابری کا معاملہ کرو۔ اگر میں اس معاملہ میں کسی کو ترجیح دیتا تو عورتوں (یعنی لڑکیوں) کو ترجیح دیتا۔ (یعنی اگر مساوات اور برابری ضروری نہ ہوتی تو میں حکم دیتا کہ لڑکیوں کو لڑکوں سے زیادہ دیا جائے) ——— (سنن سعید ابن منصور، معجم کبیر للطبرانی)

(تشریح) اس حدیث سے فقہاء کی ایک جماعت نے یہ سمجھا ہے کہ ماں باپ کے انتقال کے بعد میراث میں اگرچہ لڑکیوں کا حصہ لڑکوں سے نصف ہے، لیکن زندگی میں ان کا حصہ بھائیوں کے برابر ہے، لہٰذا ماں باپ کی طرف سے جو کچھ اور جتنا کچھ لڑکوں کو دیا جائے وہی اور اتنا ہی لڑکیوں کو دیا جائے۔

نکاح اور شادی کی ذمہ داری: ———

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے باپ کی یہ بھی ذمہ داری بتلائی ہے کہ جب بچہ یا بچی نکاح کے قابل ہو جائے تو اس کے نکاح کا بندوبست کیا جائے، اور تاکید فرمائی ہے کہ اس میں غفلت نہ برتی جائے۔

(۲۶) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وُلِدَ لَهٗ وَلَدٌ فَلْيُحْسِنْ اِسْمَهٗ وَاَدِّبْهُ فَاِذَا بَلَغَ فَلْيُزَوِّجْهُ فَاِنْ بَلَغَ وَلَمْ يُزَوِّجْهُ فَاَصَابَ اِثْمًا فَاِنَّمَا اِثْمُهٗ عَلٰى اَبِيْهِ ۔

رواہ البیہقی فی شعب الایمان

حضرت ابو سعید خدری اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جس کو اللہ تعالیٰ اولاد دے، تو چاہئے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اس کو اچھی تربیت دے اور سلیقہ سکھائے، پھر جب وہ سن بلوغ کو پہونچے تو اس کے نکاح کا بندوبست کرے، اگر (اُس نے اس میں کوتاہی کی اور) شادی کی عمر کو پہونچ جانے پر بھی (اپنی غفلت اور بے پروائی سے) اس کی شادی کا بندوبست نہیں کیا اور وہ اس کی وجہ سے حرام میں مبتلا ہوگیا تو اس کا باپ اس گناہ کا ذمہ دار ہوگا۔

(شعب الایمان للبیہقی)

(تشریح) اس حدیث میں اولاد کے قابلِ شادی ہوجانے پر ان کے نکاح اور شادی کے بندوبست کو بھی باپ کا فریضہ قرار دیا گیا ہے۔ افسوس ہے کہ ہمارے معاشرے میں اس بارے میں بڑی کوتاہی ہو رہی ہے، جس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم نے دوسروں کی تقلید میں نکاح شادی کو بیحد بھاری اور پوجھل بنالیا ہے اور ان کے رسم ورواج کی بیڑیاں اپنے پاؤں میں ڈال لی ہیں۔ اگر ہم اس بارے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کریں اور نکاح شادی اس طرح کرنے لگیں جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے اور اپنی صاحبزادیوں کے نکاح کئے تھے، تو یہ کام اتنا ہلکا پھلکا ہوجائے جتنا ایک مسلمان کے لئے جمعہ کی نماز ادا کرنا، اور پھر اس نکاح اور شادی میں وہ برکتیں ہوں جن سے ہم بالکل محروم ہوگئے ہیں۔

ماں باپ کے حقوق اولاد پر

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جس طرح ماں باپ پر اولاد کے حقوق اور اس سلسلہ کی ان کی ذمہ داریاں بیان فرمائیں اسی طرح اولاد پر ماں باپ کے حقوق اور

اس سلسلہ کے ان کے فرائض بھی بتلائے، بلکہ اس کو آپ نے اپنی تعلیم و ہدایت میں جزوِ ایمان کا درجہ دیا۔ قرآن مجید جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر نازل کیا ہوا صحیفۂ ہدایت ہے، اس میں ماں باپ کی خدمت اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم اللہ تعالیٰ کی توحید اور عبادت کے ساتھ ساتھ اس طرح دیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کے اعمال میں خدا کی عبادت کے بعد ماں باپ کی خدمت اور راحت رسانی کا درجہ ہے ——— سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد فرمایا گیا ہے:-

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا	اور تمہارے رب کا قطعی حکم ہے کہ
تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ	صرف اسی کی عبادت اور پرستش کرو
وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ	اور ماں باپ کے ساتھ اچھے سے اچھا
(بنی اسرائیل۔ ع ۳)	برتاؤ اور ان کی خدمت کرو۔

اور دوسری جگہ سورۂ لقمان میں ماں باپ کا حق بیان کرتے ہوئے یہاں تک فرمایا گیا ہے کہ اگر بالفرض کسی کے ماں باپ کافر و مشرک ہوں اور اولاد کو بھی کفر و شرک کے لئے مجبور کریں تو اولاد کو چاہئے کہ ان کے کہنے سے کفر و شرک تو نہ کرے لیکن دنیا میں ان کے ساتھ اچھا سلوک اور ان کی خدمت پھر بھی کرتی رہے۔

وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۔

(سورۂ لقمان۔ ع ۲)

آگے درج ہونے والی حدیثوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ماں باپ کے حقوق اور ان سے متعلق اولاد کے فرائض کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے وہ دراصل قرآن مجید کی ان آیات ہی کی تشریح و تفسیر ہے۔

ماں باپ اولاد کی جنّت اور دوزخ ہیں :——

(۲۷) عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا حَقُّ الْوَالِدَیْنِ عَلٰی وَلَدِھِمَا قَالَ ھُمَا جَنَّتُکَ وَنَارُکَ ——— رواہ ابن ماجہ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ :۔ حضرتؐ! اولاد پر ماں باپ کا کتنا حق ہے؟۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ :۔ وہ تمھاری جنّت اور دوزخ ہیں ۔

——— (سنن ابن ماجہ)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ اگر تم ماں باپ کی فرمانبرداری وخدمت کروگے اور ان کو راضی رکھوگے تو جنّت پالوگے، اور اس کے برعکس اگر ان کی نافرمانی اور ایذارسانی کرکے انھیں ناراض کروگے اور ان کا دل دکھاؤگے تو پھر تمھارا ٹھکانا دوزخ میں ہوگا ۔

اللہ کی رضا والدین کی رضامندی سے وابستہ ہے :——

(۲۸) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رِضَی الرَّبِّ فِیْ رِضَی الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِیْ سَخَطِ الْوَالِدِ ——— رواہ الترمذی

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :۔ اللہ کی رضامندی والد کی رضامندی میں ہے اور اللہ کی ناراضی والد کی ناراضی میں ہے ——— (جامع ترمذی)

(تشریح) حدیث کا مطلب اور مدعا یہ ہے کہ جو اپنے مالک و مولا کو راضی کرنا چاہے وہ اپنے والد کو راضی اور خوش رکھے، اللہ کی رضا حاصل ہونے کے لئے والد کی رضاجوئی شرط ہے، اور والد کی ناراضی کا لازمی نتیجہ اللہ کی ناراضی ہے، لہذا جو کوئی والد کو ناراض کرے گا وہ رضائے الٰہی کی دولت سے محروم رہے گا۔

اس حدیث میں والد کا لفظ آیا ہے جو عربی زبان میں باپ ہی کیلئے استعمال ہوتا ہے (ماں کے لئے والدہ کا لفظ بولا جاتا ہے) ——— اس بنا پر اس حدیث میں ماں کا ذکر صراحۃً نہیں آیا ہے لیکن چونکہ دوسری احادیث میں جو عنقریب درج ہوں گی اس بارے میں ماں کا درجہ باپ سے بھی بلند اور بالاتر بتایا گیا ہے اس لئے ماں کی خوشی اور ناخوشی کی بھی وہی اہمیت ہوگی اور اس کا بھی وہی درجہ ہوگا جو اس حدیث میں باپ کی رضامندی اور ناراضی کا بتایا گیا ہے۔

ماں کا حق باپ سے بھی زیادہ :———

(۲۹) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِیْ قَالَ اُمُّكَ ثُمَّ اُمُّكَ ثُمَّ اُمُّكَ ثُمَّ اَبَاكَ ثُمَّ اَدْنَاكَ فَاَدْنَاكَ۔

——— رواہ البخاری و مسلم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ :- مجھ پر خدمت اور حُسنِ سلوک کا سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ - آپ نے ارشاد فرمایا کہ :- تمہاری ماں، میں پھر کہتا ہوں تمہاری ماں، میں پھر کہتا ہوں تمہاری ماں، اس کے بعد تمہارے باپ کا حق ہے، اس کے بعد جو تمہارے قریبی رشتہ دار ہوں، پھر جو اُن کے بعد قریبی رشتہ دار ہوں۔ (بخاری و مسلم)

(تشریح) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں سوال کرنے والے صحابی کا نام مذکور نہیں ہے، لیکن جامع ترمذی اور سنن ابی داؤد میں بہز بن حکیم بن معاویہ قشیری سے روایت کیا گیا ہے کہ میرے دادا معاویہ بن حیدہ قشیری نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا کہ "مَنْ اَبَرُّ؟" (مجھے کس کی خدمت اور کس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہئے؟) یعنی اس سارے میں سب سے زیادہ اور سب سے مقدم حق کس کا ہے؟۔ تو آپ نے فرمایا کہ "اُمَّكَ" (تمہاری ماں کا) ۔ انھوں نے پوچھا "ثُمَّ مَنْ؟" (پھر کس کا حق ہے)۔ آپ نے پھر فرمایا "اُمَّكَ" (تمہاری ماں کا)۔ انھوں نے پھر پوچھا "ثُمَّ مَنْ" (اس کے بعد کس کا حق ہے) آپ نے پھر فرمایا "اُمَّكَ"۔ انھوں نے اس کے بعد پھر پوچھا "ثُمَّ مَنْ" (پھر ماں کے بعد کس کا حق ہے؟)۔ تو چوتھی دفعہ میں آپ نے فرمایا: "اَبَاكَ ثُمَّ الْاَقْرَبَ فَالْاَقْرَبَ" یعنی ماں کے بعد تمہارے باپ کا حق ہے، اس کے بعد درجہ بدرجہ اہلِ قرابت اور رشتہ داروں کا حق ہے کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔

ان دونوں حدیثوں کا مضمون بلکہ سوال جواب کے الفاظ بھی قریب قریب یکساں ہیں اسلئے اس کا بہت امکان ہے کہ صحیحین کی حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں جس شخص کے سوال کا ذکر کیا گیا ہے وہ یہی معاویہ بن حیدہ قشیری ہوں جن کی حدیث ان کے پوتے بہز بن حکیم سے امام ترمذی اور امام ابوداؤد نے روایت کی ہے۔

ان دونوں حدیثوں کا صریح مدعا یہ ہے کہ خدمت اور حسنِ سلوک کے بارے میں ماں کا حق باپ سے زیادہ اور مقدم ہے ——— قرآن مجید سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے، کیونکہ کئی جگہ اس میں ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید کے ساتھ خاص طور سے ماں کی اُن تکلیفوں اور مصیبتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے جو حمل اور ولادت

ہیں، اور پھر دودھ پلانے اور پالنے میں خصوصیت کے ساتھ ماں کو اٹھانی پڑتی ہیں۔

بوڑھے ماں باپ کی خدمت میں کوتاہی کرنیوالے بدبخت اور محروم

(۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ اَنْفُهٗ رَغِمَ اَنْفُهٗ قِیْلَ مَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ وَالِدَیْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ اَوْ اَحَدَهُمَا ثُمَّ لَمْ یَدْخُلِ الْجَنَّةَ ——— رواہ مسلم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ وہ آدمی ذلیل ہو، وہ خوار ہو، وہ رسوا ہو، ۔عرض کیا گیا، یا رسول اللہ کون؟ (یعنی کس کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے)۔ آپ نے فرمایا:۔ وہ بدنصیب، جو ماں باپ کو یا دونوں میں سے کسی ایک ہی کو بڑھاپے کی حالت میں پائے، پھر (ان کی خدمت اور ان کا دل خوش کرکے) جنت حاصل نہ کرلے۔

——— (صحیح مسلم)

(تشریح) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث اوپر درج ہوچکی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ ماں باپ تمہاری جنت اور تمہاری دوزخ ہیں (یعنی ماں باپ کی خدمت اور راحت رسانی جنت حاصل کرنے کا خاص وسیلہ ہے اور اسکے برعکس ان کی نافرمانی اور ایذا رسانی آدمی کو دوزخی بنا دیتی ہے)۔ پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ جب ماں باپ بڑھاپے کی عمر کو پہونچ کے از کار رفتہ ہوجائیں تو اس وقت وہ خدمت اور راحت رسانی کے زیادہ محتاج ہوتے ہیں، اور اس حالت میں ان کی خدمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت محبوب اور مقبول عمل اور جنت تک پہونچنے کا سیدھا زینہ ہے ——— پس اللہ تعالیٰ جس بندے کو اس کا موقع میسر فرمائے اور

وہ ماں باپ کا یا دونوں میں سے کسی ایک ہی کا بڑھاپا پائے، اور پھر اُن کی خدمت کر کے جنت تک نہ پہونچ سکے، بلاشبہ وہ بڑا بدنصیب اور محروم ہے، اور ایسوں کے حق میں رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمانا ہے کہ وہ نامراد ہوں، ذلیل وخوار ہوں، رسوا ہوں۔

ماں باپ کی خدمت بعض حالات میں ہجرت اور جہاد سے بھی مقدم:۔

(۳۱) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُجَاهِدُ، قَالَ اَلَكَ اَبَوَانِ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَفِيْهِمَا فَجَاهِدْ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:۔ ایک شخص رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں۔ آپ نے پوچھا کیا تمہارے ماں باپ ہیں؟۔ اس نے کہا:۔ ہاں ہیں۔ آپ نے فرمایا:۔ تو پھر ان کی خدمت اور راحت رسانی میں جدوجہد کرو۔ یہی تمہارا جہاد ہے ——— (سنن ابی داؤد)۔

(تشریح) غالباً رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ بات منکشف ہوگئی تھی یا کسی وجہ سے اس کے بارے میں شبہ ہوگیا تھا کہ اس آدمی کے ماں باپ اس کی خدمت کے محتاج ہیں، اور یہ ان کو چھوڑ کے اُن کی اجازت کے بغیر جہاد کے لئے آگیا ہے اس لئے آپ نے اس کو یہ حکم دیا کہ وہ گھر واپس جا کر ماں باپ کی خدمت کرے، کیونکہ ایسی حالت میں اس کے لئے ماں باپ کی خدمت مقدم ہے۔

اس حدیث سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہوگا کہ جس کسی کے ماں باپ ہوں وہ جہاد اور دین کی کسی خدمت کے لئے کبھی گھر سے باہر نہ نکلے، اور صرف وہی لوگ جہاد میں اور دین کی خدمت میں لگیں جن کے ماں باپ نہ ہوں۔ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ جو صحابۂ کرامؓ جہاد کرتے تھے ان میں بڑی تعداد انہی کی ہوتی تھی جن کے ماں باپ زندہ ہوتے تھے۔

(۳۴) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَجُلًا هَاجَرَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْیَمَنِ فَقَالَ هَلْ لَكَ اَحَدٌ بِالْیَمَنِ ؟ فَقَالَ اَبَوَایَ، فَقَالَ اَذِنَا لَكَ ؟ قَالَ لَا، قَالَ اِرْجِعْ اِلَیْهِمَا فَاسْتَاْذِنْهُمَا فَاِنْ اَذِنَا لَكَ فَجَاهِدْ وَاِلَّا فَبِرَّهُمَا ـــــ رواہ ابوداؤد واحمد

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص یمن سے ہجرت کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہونچا، تو آپ نے اس سے پوچھا:۔ کیا یمن میں تمہارا کوئی ہے ؟۔ اس نے عرض کیا کہ:۔ ہاں میرے والدین ہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا:۔ کیا انھوں نے تم کو اجازت دی ہے ؟ (اور تم ان کی اجازت سے یہاں آئے ہو ؟)۔ اس نے عرض کیا:۔ ایسا تو نہیں ہے آپ نے فرمایا:۔ تو پھر ماں باپ کے پاس واپس جاؤ، اور یہاں آنے کی (اور جہاد اور دین کی محنت میں لگنے کی) ان سے اجازت مانگو، پھر وہ اگر تمہیں اجازت دے دیں، تو آؤ اور جہاد میں لگ جاؤ، اور اگر وہ اجازت نہ دیں تو ان کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہو ـــــ (سنن ابی داؤد، مسند احمد)

(تشریح) ہجرت کرکے آنے والوں اور جہاد میں شرکت کرنے والوں کے بارے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جو عام مستقل رویہ اور اسوۂ حسنہ تھا اس کی روشنی میں اس قسم کی تمام احادیث کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ ان کا تعلق اس صورت سے ہے جب ماں باپ خدمت کے سخت محتاج ہوں اور کوئی دوسرا ان کی خبر گیری کرنے والا نہ ہو، اور اس وجہ سے وہ اجازت بھی نہ دیں تو پھر بلاشبہ ان کی خدمت اور

خبر گیری ہجرت اور جہاد سے بھی مقدم ہوگی۔

جنّت ماں کے قدموں میں ہے:——

(۳۳) عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ جَاهِمَةَ اَنَّ جَاهِمَةَ جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَدْتُ اَنْ اَغْزُوَ وَقَدْ جِئْتُ اَسْتَشِيْرُكَ فَقَالَ هَلْ لَكَ مِنْ اُمٍّ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَالْزَمْهَا فَاِنَّ الْجَنَّةَ عِنْدَ رِجْلِهَا ——— رواه احمد والنسائی

معاویہ بن جاہمہ سے روایت ہے کہ میرے والد جاہمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ: "میرا ارادہ جہاد میں جانے کا ہے اور میں آپ سے اس بارے میں مشورہ لینے کے لئے حاضر ہوا ہوں" آپ نے اُن سے پوچھا:— کیا تمہاری ماں ہیں؟ — انھوں نے عرض کیا: "ہاں! ہیں"۔ آپ نے فرمایا:— تو پھر انہی کے پاس اور انہی کی خدمت میں رہو، اُن کے قدموں میں تمہاری جنّت ہے ——— (مسند احمد، سنن نسائی)

(۳۴) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِمْتُ فَرَاَيْتُنِيْ فِي الْجَنَّةِ فَسَمِعْتُ فِيْهَا قِرَاءَةً فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا؟ قَالُوْا حَارِثَةُ بْنُ النُّعْمَانِ كَذٰلِكُمُ الْبِرُّ كَذٰلِكُمُ الْبِرُّ وَكَانَ اَبَرَّ النَّاسِ بِاُمِّهٖ۔

——— رواه البغوی فی شرح السنة والبیهقی فی شعب الایمان

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:— میں سویا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنّت میں ہوں،

وہیں میں نے کسی کے قرآن پڑھنے کی آواز سُنی، تو میں نے دریافت کیا کہ :—
"اللہ کا یہ کون بندہ ہے جو یہاں جنت میں قرآن پڑھ رہا ہے؟"، تو مجھے بتایا گیا کہ
"یہ حارثہ بن النعمان ہیں" —— ماں باپ کی خدمت و اطاعت شعاری
ایسی ہی چیز ہے، ماں باپ کی خدمت و اطاعت شعاری ایسی ہی چیز ہے۔ (رسُول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا یہ خواب بیان فرمانے کے بعد فرمایا کہ) حارثہ بن النعمان اپنی ماں کے
بہت ہی خدمت گزار اور اطاعت شعار تھے (یعنی اسی عمل نے ان کو اس مقام تک پہنچایا کہ
رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں اُن کی قرأت سُنی)۔

—— (شرح السنہ للبغوی و شعب الایمان للبیہقی)

ماں کی خدمت بڑے سے بڑے گناہ کی معافی کا ذریعہ :——

(۳۵) عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَصَبْتُ ذَنْبًا عَظِيْمًا فَهَلْ لِيْ مِنْ تَوْبَةٍ ؟ قَالَ هَلْ لَكَ مِنْ اُمٍّ ؟ قَالَ لَا قَالَ وَهَلْ لَكَ مِنْ خَالَةٍ ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَبِرَّهَا —— رواہ الترمذی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ :— حضرت! میں نے ایک بہت بڑا گناہ کیا ہے، تو کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے (اور مجھے معافی مل سکتی ہے) آپ نے پوچھا :— تمہاری ماں زندہ ہے؟ — اس نے عرض کیا کہ :— ماں تو نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا، تو کیا تمہاری کوئی خالہ ہے؟ — اس نے عرض کیا کہ :— ہاں خالہ موجود ہے آپ نے فرمایا :— تو اس کی خدمت اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو (اللہ تعالیٰ

اس کی برکت سے تمہاری توبہ قبول فرمالے گا اور تمہیں معاف فرمادے گا) ــــ

ــــــــــــــــــــــــــــــ (جامع ترمذی)

(تشریح) توبہ کیا ہے؟ گناہ پر دل سے نادم و پشیمان ہو کر اللہ سے معافی مانگنا، تاکہ اللہ کے غضب اور اُس عذاب سے بچ جائے جس کا وہ گناہ کی وجہ سے مستحق ہو چکا ہے، اور توبہ کی قبولیت یہ ہے کہ اللہ پاک اس کو معاف فرمادے اور اس سے راضی ہو جائے۔ یوں تو سارے ہی اعمالِ صالحہ میں یہ خاصیت ہے کہ وہ گناہوں کے گندے اثرات کو مٹاتے اور اللہ کی رضا و رحمت کو کھینچتے ہیں (اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ) لیکن بعض اعمالِ صالحہ اس بارے میں غیر معمولی امتیازی شان رکھتے ہیں۔ اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کی خدمت اور اسی طرح خالہ اور نانی کی خدمت بھی انہی اعمال میں سے ہے جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ بڑے بڑے گناہگاروں اور سیاہ کاروں کی توبہ قبول فرمالیتا ہے اور اُن سے راضی ہو جاتا ہے۔

خدمت اور حُسنِ سلوک کافر و مشرک ماں کا بھی حق ہے: ــــ

(۳۶) عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَكْرٍ قَالَتْ قَدِمَتْ عَلَیَّ اُمِّیْ وَهِیَ مُشْرِكَةٌ فِیْ عَهْدِ قُرَیْشٍ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمِّیْ قَدِمَتْ عَلَیَّ وَهِیَ رَاغِبَةٌ اَفَاَصِلُهَا؟ قَالَ نَعَمْ صِلِیْهَا ــــــــــــــــــــ رواہ البخاری و مسلم

حضرت اسماء بنتِ ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قریشِ مکہ کے (حدیبیہ والے) معاہدے کے زمانہ میں، میری ماں جو اپنے مشرکانہ مذہب پر قائم تھی (سفر کر کے مدینے میں) میرے پاس آئی، تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ:- یا رسول اللہ! میری ماں میرے

پاس آئی ہے اور وہ کچھ خواہشمند ہے، تو کیا میں اس کی خدمت کروں؟۔ آپ نے فرمایا:۔ ہاں! اس کی خدمت کرو (اور اس کے ساتھ وہ سلوک کرو جو بیٹی کو ماں کے ساتھ کرنا چاہئے) ——— (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح) حضرت اسماء صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور دوسری ماں سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بڑی بہن تھیں، ان کی ماں کا نام روایات میں قُتَیلَہ بنتِ عبدالعزیٰ ذکر کیا گیا ہے (جن کو حضرت ابوبکرؓ نے زمانۂ جاہلیت ہی میں طلاق دے کر الگ کر دیا تھا؛ بہرحال اسلام کے دور میں یہ اُن کی بیوی نہیں رہیں اور اپنے پرانے مشرکانہ طریقے ہی پر قائم رہیں۔ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں جب مشرکینِ مکہ کو مدینہ آنے کی اور مدینہ کے مسلمانوں کو مکہ جانے کی آزادی حاصل ہوگئی تو حضرت اسماء کی یہ ماں اپنی بیٹی کے پاس مدینے آئیں۔ حضرت اسماء نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ: "مجھے ان کے بارے میں کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے، کیا ان کے کافر و مشرک ہونے کی وجہ سے میں ان سے "ترکِ موالات" کروں، یا ماں کے رشتے کا لحاظ کرکے ان کی خدمت اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کروں؟" آپ نے حکم دیا کہ:۔ ان کی خدمت کرو، اور ان کے ساتھ وہی سلوک کرو جو ماں کا حق ہے۔

حدیث میں "رَاغِبَۃٌ" کا لفظ ہے جس کا ترجمہ اس عاجز نے خواہشمند کیا ہے، اس بنا پر مطلب یہ ہوگا کہ حضرت اسماء نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری ماں جو مشرک ہیں کچھ خواہشمند ہو کر آئی ہیں، یعنی وہ اس کی طالب و متوقع ہیں کہ میں ان کی مالی خدمت کروں۔ بعض شارحین نے اس کا ترجمہ منحرف اور بیزار بھی کیا ہے اور لغت کے لحاظ سے اس کی بھی گنجائش ہے۔ اس بنا پر مطلب یہ ہوگا کہ میری ماں ملنے تو آئی ہیں لیکن ہمارے دین سے منحرف اور بیزار ہیں، ایسی صورت میں ان کے ساتھ میرا رویہ کیا ہونا چاہئے؟ کیا ماں ہونے کی وجہ سے اُن کی خدمت اور ان کے ساتھ حُسنِ سلوک کروں، یا بے تعلقی اور بے رخی کا رویہ اختیار کروں ——— بہرحال رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ان کو ہدایت فرمائی کہ ان کی خدمت اور ان کے ساتھ حُسنِ سلوک کرو، جو ماں کا حق ہے (نَعَمْ صِلِيهَا)۔

اوپر قرآن مجید کی وہ آیت ذکر کی جا چکی ہے جس میں مسلمانوں کو ہدایت دی گئی ہے کہ اگر کسی کے ماں باپ کافر و مشرک ہوں اور وہ اولاد کو بھی کفر و شرک کے لئے مجبور کریں اور دباؤ ڈالیں تو اولاد اُن کی یہ بات تو نہ مانے، لیکن ان کی خدمت اور ان کے ساتھ حُسنِ سلوک برابر کرتی رہے۔

ماں باپ کے مرنے کے بعد اُن کے خاص حقوق :——

اولاد پر ماں باپ کے حقوق کا سلسلہ ان کی زندگی کے ساتھ ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اُن کے مرنے کے بعد اُن کے کچھ اور حقوق عائد ہو جاتے ہیں، جن کا ادا کرتے رہنا سعادت مند اولاد کی ذمہ داری اور اللہ تعالیٰ کی خاص رضا اور رحمت کا وسیلہ ہے۔

(۳۷) عَنْ اَبِیْ اُسَیْدِ السَّاعِدِیِّ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِیْ سَلِمَةَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ بَقِیَ مِنْ بِرِّ اَبَوَیَّ شَیْءٌ اَبِرُّهُمَا مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِمَا؟ قَالَ نَعَمْ اَلصَّلٰوةُ عَلَيْهِمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهُمَا وَاِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِیْ لَا تُوْصَلُ اِلَّا بِهِمَا وَاِكْرَامُ صَدِيْقِهِمَا۔

رواہ ابوداؤد وابن ماجہ

ابو اُسید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک وقت جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے بنی سلمہ میں کے ایک شخص آئے، اور

انھوں نے دریافت کیا کہ:۔ یا رسُول اللہ! کیا میرے ماں باپ کے مجھ پر کچھ ایسے بھی حق ہیں جو اُن کے مرنے کے بعد مجھے ادا کرنا چاہئیں؟۔ آپ نے فرمایا:۔ "ہاں! اُن کے لئے خیر و رحمت کی دعا کرتے رہنا، ان کے واسطے اللہ سے مغفرت اور بخشش مانگنا، اُن کا اگر کوئی عہد معاہدہ کسی سے ہو تو اس کو پورا کرنا، اُن کے تعلق سے جو رشتے ہوں اُن کا لحاظ رکھنا اور ان کا حق ادا کرنا، اور ان کے دوستوں کا اکرام و احترام کرنا ——— (سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ)

(۳۸) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّصِلَ اَبَاهُ فِيْ قَبْرِهٖ فَلْيَصِلْ اِخْوَانَ اَبِيْهِ بَعْدَهٗ ——— رواہ ابن حبان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔ جو کوئی یہ چاہے کہ قبر میں اپنے باپ کو آرام پہونچائے اور خدمت کرے تو باپ کے انتقال کے بعد اس کے بھائیوں کے ساتھ وہ اچھا برتاؤ رکھے، جو رکھنا چاہئے ——— (صحیح ابن حبان)

(۳۹) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَبَرِّ الْبِرِّ صِلَةُ الرَّجُلِ اَهْلَ وُدِّ اَبِيْهِ بَعْدَ اَنْ يُّوَلِّيَ ——— رواہ مسلم

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ باپ کی خدمت اور حُسنِ سلوک کی ایک اعلیٰ قسم یہ ہے کہ ان کے انتقال کے بعد اُن کے دوستوں کے ساتھ (اکرام و احترام کا) تعلق رکھا جائے اور باپ کی دوستی و محبت کا حق ادا کیا جائے ——— (صحیح مسلم)

(تشریح) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی ان دونوں حدیثوں میں صرف باپ کے

بھائیوں اور اہلِ محبت کا ذکر کیا گیا ہے، اور یہ بات پہلے معلوم ہو چکی ہے کہ اس باب میں ماں کا حق باپ سے بھی زیادہ ہے۔ علاوہ ازیں ابھی اوپر حضرت ابو اُسید ساعدی کی روایت سے جو حدیث ذکر کی جا چکی ہے اس میں ماں باپ دونوں کے اہلِ قرابت کے ساتھ حُسنِ سلوک اور اہلِ محبت کے اکرام و احترام کو اولاد پر ماں باپ کے مرنے کے بعد ان کا حق بتایا گیا ہے۔

(۴۰) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ لَيَمُوْتُ وَالِدَاهُ اَوْ اَحَدُهُمَا وَاِنَّهٗ لَهُمَا لَعَاقٌّ فَلَا يَزَالُ يَدْعُوْا لَهُمَا وَيَسْتَغْفِرُ لَهُمَا حَتّٰى يَكْتُبَهُ اللّٰهُ بَارًّا ——— رواہ البیہقی فی شعب الایمان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:— ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی آدمی کے ماں باپ یا دونوں میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا ہے اور اولاد زندگی میں اُن کی نافرمان اور ان کی رضامندی سے محروم رہتی ہے، لیکن یہ اولاد ان کے انتقال کے بعد (سچے دل) سے اُن کے لئے اللہ تعالیٰ سے خیر و رحمت کی دُعا اور مغفرت و بخشش کی استدعا کرتی رہتی ہے (اور اس طرح اپنے قصور کی تلافی کرنا چاہتی ہے) تو اللہ تعالیٰ اس نافرمان اولاد کو فرمانبردار قرار دے دیتا ہے (پھر وہ ماں باپ کی نافرمانی کے وبال اور عذاب سے بچ جاتی ہے)۔

——— (شعب الایمان للبیہقی)

(تشریح) جس طرح زندگی میں ماں باپ کی فرمانبرداری و خدمت اور اُن کے ساتھ حُسنِ سلوک اعلیٰ درجے کا عملِ صالح ہے جو بڑے بڑے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے اسی طرح ان کے مرنے کے بعد اُن کے لئے اخلاص اور الحاح سے رحمت و مغفرت کی دُعا ایسا عمل ہے جو ایک طرف تو ماں باپ کے لئے قبر میں راحت و سکون کا وسیلہ بنتا ہے اور دوسری طرف

اس سے اولاد کے اُن قصوروں کی تلافی ہو جاتی ہے جو ماں باپ کی فرمانبرداری اور خدمت میں اُن سے ہوئی ہو اور وہ خود اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت کی مستحق ہو جاتی ہے ——— قرآن پاک میں اولاد کو خاص طور سے ہدایت فرمائی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ماں باپ کے لئے رحمت و مغفرت مانگا کرے۔

وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا ۔ (بنی اسرائیل ع ۲)

اور اللہ سے یوں عرض کیا کرو کہ:۔ اے پروردگار! میرے ماں باپ پر رحمت فرما جس طرح انھوں نے مجھے بچپنے میں (شفقت کے ساتھ) پالا تھا!

ماں باپ کی خدمت اور فرمانبرداری کی دُنیوی برکات:———

ماں باپ کی خدمت اور فرمانبرداری کی اصل جزا تو جنت اور رضائے الٰہی ہے جیسا کہ اُن احادیث سے معلوم ہو چکا ہے جو "ماں باپ کے حقوق" کے زیرِ عنوان پہلے درج ہو چکی ہیں، لیکن رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے کہ ماں باپ کی خدمت اور فرمانبرداری کرنے والی اولاد کو اللہ تعالیٰ کچھ خاص برکتوں سے اِس دُنیا میں بھی نوازتا ہے۔

(۴۱) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يَزِيْدُ فِيْ عُمُرِ الرَّجُلِ بِبِرِّهٖ وَالِدَيْهِ۔

——— رواہ ابن منیع وابن عدی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔ اللہ تعالیٰ ماں باپ کی خدمت و فرمانبرداری اور حُسنِ سلوک کی وجہ سے آدمی کی عُمر بڑھا دیتا ہے ——— (مسند ابن منیع، کامل ابن عدی)۔

(تشریح) اس طرح کی احادیث کا تقدیر کے مسئلہ سے کوئی ٹکراؤ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کو ازل سے معلوم تھا اور معلوم ہے کہ فلاں آدمی ماں باپ کی خدمت اور فرمانبرداری کرے گا اسی لحاظ سے اس کی عمر اس سے زیادہ مقرر فرمائی گئی جتنی کہ اس کو ماں باپ کی خدمت اور فرمانبرداری نہ کرنے کی صورت میں دی جاتی۔ اسی طرح ان سب حدیثوں کو سمجھنا چاہئے جن میں کسی اچھے عمل پر رزق میں وسعت اور برکت وغیرہ کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ حالانکہ رزق کی تنگی اور وسعت بھی مقدر ہے۔

(۴۲) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرُّوْا آبَاءَكُمْ يَبِرُّكُمْ اَبْنَاءُكُمْ وَعِفُّوْا تَعِفَّ نِسَاءُكُمْ ——— رواہ الطبرانی فی الاوسط

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے آباء (ماں باپ) کی خدمت و فرمانبرداری کرو، تمہاری اولاد تمہاری فرمانبردار اور خدمت گزار ہوگی، اور تم پاکدامنی کے ساتھ رہو تمہاری عورتیں پاکدامن رہیں گی ——— (معجم اوسط للطبرانی)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ جو اولاد ماں باپ کی فرمانبرداری اور خدمت کرے گی اللہ تعالیٰ اس کی اولاد کو اس کا فرمانبردار اور خدمت گزار بنا دے گا، اسی طرح جو لوگ پاکدامنی کی زندگی گذاریں گے اللہ تعالیٰ ان کی بیویوں کو پاکدامنی کی توفیق دے گا۔

والدین کی نافرمانی و ایذا رسانی عظیم ترین گناہ :———

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جس طرح ماں باپ کی فرمانبرداری اور راحت رسانی کو اعلیٰ درجہ کی نیکی قرار دیا ہے (جو جنت اور رضائے الٰہی کا خاص وسیلہ ہے)۔ اسی طرح ان کی نافرمانی اور ایذا رسانی کو "اکبر الکبائر" یعنی بدترین اور خبیث ترین گناہوں میں سے

بتلایا ہے۔

(۴۳) عَنْ اَنَسٍ قَالَ سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْکَبَائِرِ فَقَالَ اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَشَھَادَۃُ الزُّوْرِ۔

رواہ البخاری

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کبیرہ (یعنی بڑے بڑے) گناہوں کے بارے میں دریافت کیا گیا (کہ وہ کون کون گناہ ہیں) تو آپ نے فرمایا کہ:- خدا کے ساتھ شرک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی و ایذا رسانی، کسی بندے کو ناحق قتل کرنا اور جھوٹی گواہی دینا۔

(صحیح بخاری)

(تشریح) صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت میں ان گناہوں کو "اکبر الکبائر" (یعنی کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑے گناہ) بتایا گیا ہے، اور جس ترتیب سے آپ نے ان کا ذکر فرمایا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ شرک کے بعد والدین کے عقوق (یعنی ان کی نافرمانی اور ایذا رسانی) کا درجہ ہے، حتّٰی کہ قتل نفس کا درجہ بھی اس کے بعد ہے۔

(۴۴) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْکَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَیْہِ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَھَلْ یَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَیْہِ؟ قَالَ نَعَمْ یَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ فَیَسُبُّ اَبَاہُ وَیَسُبُّ اُمَّہٗ فَیَسُبُّ اُمَّہٗ۔

رواہ البخاری ومسلم

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:- اپنے ماں باپ کو گالی دینا بھی کبیرہ

گناہوں میں سے ہے۔ عرض کیا گیا کہ:۔ یا رسول اللہ! کیا کوئی اپنے ماں باپ کو بھی گالی دے سکتا ہے؟۔ آپ نے فرمایا:۔ ہاں! اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی کے ماں باپ کو گالی دے، پھر وہ جواب میں اس کے ماں باپ کو گالی دے (تو گویا اس نے خود ہی اپنے ماں باپ کو گالی دلوائی)۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی آدمی کا کسی دوسرے کو ایسی بات کہنا یا ایسی حرکت کرنا جس کے نتیجہ میں دوسرا آدمی اس کے ماں باپ کو گالی دینے لگے، اتنی ہی بری بات ہے جتنی کہ خود اپنے ماں باپ کو گالی دینا، اور یہ گناہِ کبیرہ کے درجہ کی چیز ہے ——— اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم میں ماں باپ کے احترام کا کیا مقام ہے، اور اس بارے میں آدمی کو کتنا محتاط رہنا چاہئے۔

دوسرے اہلِ قرابت کے حقوق اور صلۂ رحمی کی اہمیت:۔

اسلامی تعلیم میں والدین کے علاوہ دوسرے اہلِ قرابت کے ساتھ حُسنِ سلوک اور ان کے حقوق کی ادائیگی پر بھی بہت زور دیا گیا ہے، اور "صلۂ رحمی" اس کا خاص عنوان ہے ——— قرآن مجید میں جہاں والدین کی خدمت اور ان کے ساتھ حُسنِ سلوک کی تاکید فرمائی گئی ہے وہیں "وَذِی الْقُرْبٰی" فرما کر دوسرے اہلِ قرابت کے ساتھ حُسنِ سلوک اور ان کے حقوقِ قرابت کی ادائیگی کی بھی وصیت فرمائی گئی ہے ———

ابھی چند صفحے پہلے صحیح بخاری و صحیح مسلم کے حوالہ سے ایک سائل کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گزر چکا ہے کہ:۔ "خدمت اور حُسنِ سلوک کا سب سے پہلا حق تم پر تمہاری ماں کا ہے، اس کے بعد باپ کا، اس کے بعد درجہ بدرجہ دوسرے

اہلِ قرابت کا" ——— اب یہاں چند وہ حدیثیں اور پڑھ لیجئے جن میں صلۂ رحمی کی اہمیت اور اس کے فضائل و برکات بیان فرمائے گئے ہیں، یا اس کے برعکس قطع رحمی کے بُرے انجام سے خبردار کیا گیا ہے۔

(۴۵) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلرَّحِمُ شُجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی مَنْ وَصَلَكِ وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُهٗ۔

——— رواہ البخاری

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔ رحم (یعنی حق قرابت) مشتق ہے رحمٰن سے (یعنی خداوند رحمٰن کی رحمت کی ایک شاخ ہے اور اس نسبت سے) اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا کہ جو تجھے جوڑے گا میں اُسے جوڑوں گا، اور جو تجھے توڑے گا میں اس کو توڑوں گا۔

——— (صحیح بخاری)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ انسانوں کی باہم قرابت اور رشتہ داری کے تعلق کو اللہ تعالیٰ کے اسمِ پاک رحمٰن سے اور اس کی صفتِ رحمت سے خاص نسبت ہے، اور وہی اس کا سرچشمہ ہے، اور اسی لئے اس کا عنوان رحم مقرر کیا گیا ہے۔ اس خصوصی نسبت ہی کی وجہ سے عند اللہ اس کی اتنی اہمیت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ جو صلۂ رحمی کریگا (یعنی قرابت اور رشتہ داری کے حقوق ادا کرے گا، اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا) اس کو اللہ تعالیٰ اپنے سے وابستہ کرلے گا اور اپنا بنالے گا، اور جو کوئی اس کے برعکس قطع رحمی کا رویہ اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سے کاٹ دے گا، اور دُور اور بے تعلق کردے گا ——— اسی ایک حدیث سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم میں صلۂ رحمی کی (یعنی رشتہ داروں اور اہلِ قرابت

کے ساتھ حسن سلوک کی) کتنی اہمیت ہے، اور اس میں کوتاہی کتنا سنگین جرم اور کتنی بڑی محرومی ہے ـــــ آگے درج ہونے والی حدیثوں کا مضمون بھی اسکے قریب ہی قریب ہے۔

(۴۶) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى أَنَا اللّٰهُ وَأَنَا الرَّحْمٰنُ خَلَقْتُ الرَّحِمَ وَشَقَقْتُ لَهَا مِنْ اِسْمِيْ فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَ بَتَتُّهٗ ـــ

ـــــــــــــــــــــــــــــ رواہ ابوداؤد

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ:۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:۔ میں اللہ ہوں، میں الرحمٰن ہوں، میں نے رشتۂ قرابت کو پیدا کیا ہے اور اپنے نام (رحمٰن) کے مادہ سے نکال کر اس کو رحم کا نام دیا ہے پس جو اسے جوڑے گا میں اس کو جوڑوں گا، اور جو اس کو توڑے گا میں اس کو توڑ دوں گا۔

ـــــــــــــــــــــــــــــ (سنن ابی داؤد)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور مشیت سے پیدائش کا ایسا نظام بنایا ہے کہ ہر پیدا ہونے والا رشتوں کے بندھنوں میں بندھا ہوتا ہے، پھر ان رشتوں کے کچھ فطری تقاضے اور حقوق ہیں جن کا عنوان اللہ تعالیٰ نے رحم مقرر کیا ہے، جو اس کے نام پاک رحمٰن سے گویا مشتق ہے (یعنی دونوں کا مادہ ایک ہی ہے) پس جو بندہ انسان کی فطرت میں رکھے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے ان حقوق اور تقاضوں کو ادا کرے گا (یعنی صلۂ رحمی کرے گا) اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے کہ وہ اس کو جوڑے گا (یعنی اس کو اپنا بنالے گا اور فضل وکرم سے نوازے گا) اور اسکے برعکس

جو کوئی قطع رحمی کا رویہ اختیار کرے گا اور قرابت کے اُن حقوق کو پامال کرے گا جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں اور انسان کی فطرت میں رکھے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو توڑے گا یعنی اپنے قرب اور اپنی رحمت و کرم سے محروم کر دے گا۔

آج کی دنیا میں مسلمان جن حالات سے دوچار ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت سے محرومی کا منظر جو ہر جگہ نظر آ رہا ہے، بلاشبہ وہ زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والی ہماری بہت سی بداعمالیوں کا نتیجہ ہے۔ لیکن ان احادیث کی روشنی میں یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اس بربادی اور محرومی میں بڑا دخل ہمارے اس جرم کو بھی ہے کہ صلۂ رحمی کی تعلیم و ہدایت کو ہماری غالب اکثریت نے بالکل ہی بھلا دیا ہے، اور اس باب میں ہمارا طرزِ عمل غیر مسلموں سے کچھ بھی مختلف نہیں ہے۔

صلۂ رحمی کے بعض دُنیوی برکات:

(۴۷) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّبْسَطَ لَهٗ فِيْ رِزْقِهٖ وَيُنْسَأَ لَهٗ فِيْ اَثَرِهٖ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ ——— رواہ البخاری و مسلم

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو کوئی یہ چاہے کہ اس کے رزق میں فراخی اور کشادگی ہو، اور دنیا میں اس کے آثارِ قدم تادیر رہیں (یعنی اس کی عمر دراز ہو) تو وہ (اپنی) قرابت کے ساتھ) صلۂ رحمی کرے ——— (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح) اللہ کی کتاب قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں یہ حقیقت جا بجا بیان فرمائی گئی ہے کہ بعض نیک اعمال کے صلہ میں اللہ تعالیٰ اِس دنیا میں بھی برکتوں سے نوازتا ہے ——— اِس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ صلۂ رحمی

یعنی اہلِ قرابت کے حقوق کی ادائیگی اور اُن کے ساتھ حُسنِ سلوک وہ مُبارک عمل ہے جس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق میں وسعت اور عُمر میں زیادتی اور برکت ہوتی ہے۔ صلۂ رحمی کی دو ہی صورتیں ہیں، ایک یہ کہ آدمی اپنی کمائی سے اہلِ قرابت کی مالی خدمت کرے، دوسرے یہ کہ اپنے وقت اور اپنی زندگی کا کچھ حصّہ ان کے کاموں میں لگائے، اس کے صِلہ میں رزق و مال میں وسعت اور زندگی کی مدت میں اضافہ اور برکت بالکل قرینِ قیاس اور اللہ تعالیٰ کی حکمت و رحمت کے عین مطابق ہے۔

اسبابی نقطۂ نظر سے بھی یہ بات سمجھ میں آنے والی ہے، یہ واقعہ اور عام تجربہ ہے کہ خاندانی جھگڑے اور خانگی اُلجھنیں جو زیادہ تر حقوقِ قرابت ادا نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں آدمی کے لئے دلی پریشانی اور اندرونی کُڑھن اور گھٹن کا باعث بنتی ہیں اور کاروبار اور صحت ہر چیز کو متأثر کرتی ہیں، لیکن جو لوگ اہلِ خاندان اور اقارب کیساتھ نیکی اور صلۂ رحمی کا برتاؤ کرتے، اور اُن کے ساتھ اچھا سلوک رکھتے ہیں اُنکی زندگی انشراح و طمانیت اور خوشدلی کے ساتھ گزرتی ہے، اور ہر لحاظ سے اُن کے حالات بہتر رہتے ہیں اور فضلِ خداوندی اُن کے شاملِ حال رہتا ہے۔

قطعِ رحمی جنّت کے راستے میں رکاوٹ :

(۴۸) عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ۔

رواہ البخاری و مسلم

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :- قطع رحمی کرنے والا (یعنی رشتہ داروں اور اہلِ قرابت کے ساتھ برا سلوک کرنے والا) جنّت میں نہ جاسکے گا ——— (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح) اسی ایک حدیث سے سمجھا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم میں اور اللہ کے نزدیک صلۂ رحمی کی کتنی اہمیت ہے اور قطع رحمی کس درجہ کا گناہ ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قطع رحمی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا سخت گناہ ہے کہ اس گناہ کی گندگی کے ساتھ کوئی جنت میں نہیں جا سکے گا، ہاں جب اس کو سزا دے کے پاک کر دیا جائے گا یا کسی درجہ سے اس کو معاف کر دیا جائے گا تو جا سکے گا، جب تک ان دونوں میں سے کوئی ایک بات نہ ہو جنت کا دروازہ اس کے لئے بند رہے گا۔

قطع رحمی کرنے والوں کے ساتھ بھی صلۂ رحمی :-

خاندانی زندگی میں بکثرت ایسا پیش آتا ہے کہ ایک آدمی رشتہ اور قرابت کے حقوق ادا نہیں کرتا، اہلِ قرابت کے ساتھ برا سلوک کرتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی ہے کہ ایسے آدمیوں کے ساتھ بھی صلۂ رحمی کا معاملہ کیا جائے۔

(۴۹) عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِيْ وَلٰكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِيْ اِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهٗ وَصَلَهَا ——— (رواہ البخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :- وہ آدمی صلۂ رحمی کا حق ادا نہیں کرتا جو صلۂ رحمی کرنیوالے اپنے اقربا کے ساتھ) بدلہ کے طور پر صلۂ رحمی کرتا ہے۔ صلۂ رحمی کا حق ادا کرنیوالا دراصل وہ ہے جو اس حالت میں بھی صلۂ رحمی کرے (اور قرابت داروں کا حق ادا کرے) جب وہ اس کے ساتھ قطع رحم (اور حق تلفی) کا معاملہ کریں۔

——— (صحیح بخاری)

(تشریح) ظاہر ہے کہ قطع رحمی اور حق تلفی کرنے والوں کے ساتھ جب جوابی طور پر

قطع رحمی کا برتاؤ کیا جائے گا تو یہ بیماری اور گندگی معاشرے میں اور زیادہ بڑھے گی اور اس کے برعکس جب اُن کے ساتھ صلۂ رحمی کا معاملہ کیا جائے گا تو انسانی فطرت سے اُمید ہے کہ دیر سویر اُن کی اصلاح ہو گی اور معاشرے میں صلۂ رحمی کو فروغ ہو گا۔

میاں بیوی کے باہمی حقوق اور ذمہ داریاں

انسانوں کے باہمی تعلقات میں ازدواجی تعلق کی جو خاص نوعیت اور اہمیت ہے اور اُس سے جو عظیم مصالح اور منافع وابستہ ہیں وہ کسی وضاحت کے محتاج نہیں نیز زندگی کا سکون اور قلب کا اطمینان بڑی حد تک اسی کی خوشگواری اور باہمی اُلفت واعتماد پر موقوف ہے ــــ پھر جیسا کہ ظاہر ہے اس کا خاص مقصد یہ ہے کہ فریقین کو پاکیزگی کے ساتھ زندگی کی وہ مسرتیں اور راحتیں نصیب ہوں جو اس تعلق ہی سے حاصل ہو سکتی ہیں اور آدمی آوارگی اور پراگندگی سے محفوظ رہ کر زندگی کے فرائض و وظائف ادا کر سکے اور نسلِ انسانی کا وہ تسلسل بھی انسانی عظمت اور شرف کے ساتھ جاری رہے جو اس دنیا کے خالق کی مشیت ہے اور ظاہر ہے کہ یہ مقاصد بھی اسی صورت میں بہتر طریقے پر پورے ہو سکتے ہیں جبکہ فریقین میں زیادہ سے زیادہ محبت و یگانگت اور تعلق میں زیادہ سے زیادہ خوشگواری ہو۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میاں بیوی کے باہمی حقوق اور ذمہ داریوں کے بارے میں جو ہدایات دی ہیں اُن کا خاص مقصد یہی ہے کہ یہ تعلق فریقین کے لئے زیادہ سے زیادہ خوشگوار اور مسرت و راحت کا باعث ہو دل جڑے رہیں۔ اور وہ مقاصد جن کے لئے یہ تعلق قائم کیا جاتا ہے بہتر طریقے سے پورے ہوں ــــ

اس باب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و ہدایت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیوی کو چاہئے کہ وہ اپنے شوہر کو اپنے لئے سب سے بالاتر سمجھے، اس کی وفادار اور فرمانبردار رہے، اس کی خیرخواہی اور رضاجوئی میں کمی نہ کرے، اپنی دنیا اور آخرت کی بھلائی اس کی خوشی سے وابستہ سمجھے ——— اور شوہر کو چاہئے کہ وہ بیوی کو اللہ کی عطا کی ہوئی نعمت سمجھے، اس کی قدر اور اس سے محبت کرے، اگر اس سے غلطی ہو جائے تو چشم پوشی کرے، صبر و تحمل و دانش مندی سے اس کی اصلاح کی کوشش کرے، اپنی استطاعت کی حد تک اس کی ضروریات اچھی طرح پوری کرے، اس کی راحت رسانی اور دل جوئی کی کوشش کرے۔

ان تعلیمات کی صحیح قدر و قیمت سمجھنے کے لئے اب سے قریباً ۱۴۰۰ سال پہلے پوری انسانی دنیا اور خاص کر عربوں کے اس ماحول کو سامنے رکھنا چاہئے جس میں بیچاری بیوی کی حیثیت ایک خرید کردہ جانور سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھی اور اس غریب کا کوئی حق نہ سمجھا جاتا تھا ——— اس مختصر تمہید کے بعد اس سلسلہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پڑھئے: ———

بیوی پر سب سے بڑا حق اُسکے شوہر کا ہے: ———

(۵۰) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْظَمُ النَّاسِ حَقًّا عَلَى الْمَرْاَةِ زَوْجُهَا وَاَعْظَمُ النَّاسِ حَقًّا عَلَى الرَّجُلِ اُمُّهٗ۔

——— رواہ الحاکم فی المستدرک

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: — عورت پر سب سے بڑا حق اس کے شوہر کا ہے، اور مرد پر